11

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

25 مارچ 2004ء — 2 صفر المظفر 1425ھ

www.tanzee.org

کیا جہاد دفاعی جنگ کا نام ہے؟

اسلامی جہاد کا کوئی تعلق ان جنگوں سے سرے سے ہے ہی نہیں جو اس دور میں لڑی جاتی ہیں۔ آج کل کی یہ لڑائیاں اور اسلامی جہاد ایک دوسرے سے اغراض و مقاصد میں مختلف ہیں' کیفیت اور نوعیت میں مختلف ہیں۔ جن اغراض و مقاصد کے تحت اسلام جہاد کو فرض قرار دیتا ہے' ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے مزاج' طبیعت اور زمین پر اس کی حکمرانی کی روشنی میں انہیں تلاش کریں۔ یہ وہی مقاصد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرمائے ہیں اور اسی نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے اس نے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی ذات پر نبوت ختم فرما دی ہے اور آپ کی رسالت کو اپنا آخری پیغام قرار دیا ہے۔

دین حق دراصل انسانی آزادی اور حریت کے لئے ایک عمومی چارٹر اور منشور ہے۔ یہ انسان کو انسان کی غلامی سے آزاد کرانے کا اعلان کرتا ہے۔ یہ اسے اپنے نفس کی بندگی سے بھی آزاد کراتا ہے کہ یہ بھی بندوں کی غلامی کی ایک صورت ہے۔

دین حق کا یہ اعلان دراصل اللہ وحدہ لاشریک کی الوہیت کا اعلان ہے اور اس امر کا اعلان ہے کہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ تمام جہانوں کے رب ہونے کے معنی کیا ہیں؟

یہ انسانی حاکمیت کے خلاف ایک انقلابی نعرہ ہے' اس انسانی حاکمیت کی کوئی صورت ہو' کوئی سی ہیئت ہو اس کا جو بھی نظام ہو اور جو بھی طریقہ ہو۔ اللہ کی ربوبیت کے یہ معنی ہیں: زمین کے ہر ایک گوشہ میں انسانی حاکمیت کو چیلنج کر دینا جس صورت میں کہ یہ موجود ہو' یا یوں کہئے کہ اللہ کی ربوبیت کے معنی ہیں کہ انسان کی خدائی کو چیلنج کیا جائے جس صورت میں کہ یہ موجود ہو' اور اس کا سبب یہ ہے کہ جس حکم کا سرچشمہ انسان کی اپنی رضا ہو اور جس حکم میں اقتدار اعلیٰ انسان ہی کو تسلیم کیا گیا ہو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس حکم میں انسان کو الٰہ بنا لیا گیا ہے' بعض نے بعض کو اللہ کے مقابلے میں رب ٹھہرا لیا۔

تو اس صورت میں اللہ کی ربوبیت کے اعلان کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے غصب کردہ اقتدار اعلیٰ کو ان کے ہاتھوں سے چھین کر اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دینا اور ان غاصبوں کو اقتدار اعلیٰ کے اس منصب سے اتار دینا۔ یہ غاصب جو لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے قانون کا پابند بناتے ہیں خود ان کے سامنے رب بن کر بیٹھتے ہیں اور انہیں غلاموں کا درجہ دیتے ہیں۔

اس کا مطلب ہے ''بشری حاکمیت کے مقابلہ میں حکومت الٰہیہ کا قیام''۔ قرآن مجید کے اپنے الفاظ میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ ﴿هُوَ الَّذِى فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الاَرْضِ اِلٰهٌ﴾ ''اللہ کی حاکمیت جس طرح آسمانوں پر ہے اسی طرح زمین پر بھی ہے۔''

زمین پر حکومت الٰہیہ کے قیام کی یہ صورت نہیں ہے کہ اقتدار اعلیٰ کے اونچے مقام پر کسی مذہبی طبقہ کو فائز کر دیا جائے جس طرح کلیسا کے اقتدار کے دور میں ہوا۔ اسی طرح حکومت الٰہیہ کے قیام کی یہ شکل بھی نہیں ہے کہ تھیا کریسی کے نام سے مذہبی طبقہ کو الٰہ بنا لیا جائے۔ اس کی تو ایک ہی صورت ہے کہ اللہ کی شریعت کا نفاذ عمل میں لایا جائے اور حاکمیت کے معاملہ کو اللہ کی طرف لوٹا دیا جائے اور اسی کے حکم کے مطابق فیصلے کئے جائیں جس طرح کہ اس نے اپنی نازل کردہ شریعت میں بیان فرمایا ہے۔

ماخذ: تفسیر فی ظلال القرآن

تحریر: سید قطب شہید

اس شمارے میں

بچوں کی تربیت
اہم دینی ذمہ داری

جہاد کیلئے علماء کا فتویٰ

ڈاکٹر عبدالقدیر کی ''نوادرات''

پاکستان میں آٹے کا قحط

A Take on Islam

مولانا ثناء اللہ امرتسری

گولڈن جوبلی کرکٹ میچ

کوئی پتھر سے نہ مارے......

گوشۂ خواتین

عالم اسلام کی ہفتہ وار ڈائری

کاروانِ خلافت: منزل بہ منزل

سورۃ آل عمران کا تعارف

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران میں بہت سی مشابہتیں ہیں۔ دونوں مدنی ہیں۔ دونوں کا آغاز ''الـمّ'' سے ہے۔ دونوں میں قرآن مجید کی عظمت کا بیان ہے۔ سورۃ البقرہ بھی سورۃ الامتین ہے کہ اس میں دو امتوں کا ذکر ہے' اسی طرح سورۃ آل عمران بھی سورۃ الامتین ہے' اگرچہ سورۃ البقرہ میں زیادہ ذکر یہود کا اور آل عمران میں زیادہ ذکر نصاریٰ کا ہے۔ سورۃ البقرہ کا اکثر حصہ غزوہ بدر سے قبل نازل ہوا جبکہ چند آیات ۹ھ میں نازل ہوئیں۔ سورۃ آل عمران کا اکثر حصہ غزوہ احد سے قبل نازل ہوا اور چند آیات ۹ھ میں نازل ہوئیں۔ سورۃ البقرہ کے چالیس رکوع ہیں جبکہ سورہ آل عمران میں اس سے نصف یعنی 20 رکوع ہیں۔ سورۃ البقرہ کا انیسواں رکوع یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا سے شروع ہورہا ہے اور سورۃ آل عمران کا گیارہواں رکوع یاایھا الذین امنوا سے شروع ہورہا ہے۔ دونوں سورتوں کا اختتام ایک ایک عظیم دعا سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سورتوں کے اس جوڑے کو الزّھراوین کا نام دیا ہے یعنی دو تابناک اور روشن سورتیں۔

اگر سورۃ آل عمران کو دس دس رکوعوں کے دو حصوں میں تقسیم کریں تو پہلے حصے میں ۱۰۱ آیات ہیں اور دوسرے دس رکوعوں میں دو آیات کے فرق سے 99 آیات ہیں۔ اس سورۃ کی 32 آیات تمہیدی ہیں۔ پھر براہ راست نصاریٰ سے خطاب ہے۔ خاص طور پر یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کن حالات میں ہوئی' ان کا مقام و مرتبہ کیا تھا' ان کی اصل حیثیت کیا تھی۔ سورت کا یہ حصہ ۹ھ میں نازل ہوا۔ عرب کے جنوبی حصے میں یمن کی طرف نجران نامی ایک بستی تھی۔ وہاں کے عیسائیوں کے سردار اور بڑے پادری 70 آدمیوں کا ایک وفد لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ آئے۔ کئی دن یہاں مقیم رہے۔ آپؐ نے انہیں بھرپور انداز میں دعوت دی۔ انہوں نے بات سمجھ بھی لی اور خاموش ہوگئے۔ ہاں بات نہیں مانی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے مباہلے کی دعوت دی' مگر وہ یہ چیلنج قبول کئے بغیر شریفانہ انداز میں واپس چلے گئے۔

اس سورۃ میں غزوۂ اُحد کے حالات پر تبصرہ ہے۔ مسلمانوں سے جو غلطیاں ہوئیں' ان پر گرفت ہوئی اور آئندہ کے لئے ہدایات دی گئیں۔ یہ ذکر چھ رکوعوں پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ قرآن مجید کا ایک مستقل باب ہے' جس کا عنوان غزوۂ اُحد ہوسکتا ہے' مگر قرآن مجید میں اس طرح کے باب (Chapter) نہیں بنائے گئے بلکہ قرآن مجید تو خطبات الٰہیہ کا مجموعہ ہے۔ ان میں مختلف مضامین بیان ہورہے ہیں' جن میں ربط و ترتیب ہے۔ اگرچہ اس طرف مناسب توجہ نہیں دی گئی' لیکن اب اس دور میں قرآن حکیم کے علم و معرفت کا یہ پہلو بھی زیادہ نمایاں ہوا ہے کہ اس میں بڑا نظم ہے۔ البتہ اس میں گہرے تدبر اور غور و فکر کی ضرورت ہے۔ سوچ بچار کیا جائے تو پھر اس نظم قرآن کے حوالے سے اضافی معانی' اضافی علم' اضافی معرفت اور اضافی حکمت کے خزانے کھلتے ہیں۔ آیات کا اور سورتوں کا آپس میں ربط ہے۔ اس سورت کے آخری دو رکوعوں میں ساری بحث کا خلاصہ ہے۔ پھر آخری رکوع تو بہت جامع ہے جس میں عظیم دعا بھی آئی ہے اور فلسفہ ایمان کے بارے میں اہم ترین بحث بھی ہے۔

فرمانِ نبویؐ

دو رُخے کی زبان

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ عَمَّارٍ رَضِی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :((مَنْ کَانَ ذَا وَجْھَیْنِ فِی الدُّنْیَا کَانَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لِسَانًا مِّنْ نَّارٍ))

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دنیا میں دو رُخا ہوگا اس کے لئے قیامت کے دن آگ کی زبان ہوگی۔''

رسول اللہ ﷺ نے جابجا تاکید فرمائی ہے کہ مسلمان کو اپنے اخلاق درست رکھنے کی کوشش میں لگے رہنا چاہئے۔ فقط اس سے کام نہیں چلے گا کہ منہ سے کلمہ پڑھ لیا' وقت پر مارے باندھے شرماحضوری نماز روزہ میں شریک ہوگئے اور اس کے بعد جو چاہا کیا۔

اس حدیث میں حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ جس آدمی کا دنیا میں ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہوگا' جس کی ظاہری دکھاوے کی زبان اور ہوگی اور باطن کی زبان دوسری ہوگی' آخرت میں اس کی خیر نہیں۔ حدیث میں ہے کہ جو دو چہرے والا ہوگا' یعنی ظاہری برتاؤ دیکھ کر ملنے والا اس کا گرویدہ ہوجائے گا لیکن اس کے پیٹھ پیچھے کا برتاؤ کٹر دشمن کا سا ہوگا' تو قیامت میں اس کی زبان آگ کا ایک شعلہ ہوجائے گی جو اس کا چہرہ' منہ سب کچھ جلا کر خاک سیاہ کرڈالے گی۔ اور پھر ہمیشہ اسی طرح جلاتی رہے گی۔ ایسے لوگ تمہیں بہت سے ملیں گے کہ جن کو ملنے والے انہیں اپنا دوست جانتے ہیں' لیکن جب موقعہ آتا ہے تو وہ ان کے بدترین دشمن ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے کاٹے کا منتر نہیں۔ دنیا میں سارا فساد ایسے ہی جعلساز دوغلے لوگوں کا پھیلایا ہوا ہے اور اب بھی وہی پھیلارہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط کوفی اندلسی۔ مصر میں بنو عباسیہ اور بنو فاطمیہ کا دورِ حکومت 656 تا 920ھ۔ (1258 تا 1514ء)

تا خلافت کی بناَ' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

شمارہ		جلد
11	18 مارچ تا 25 مارچ 2004ء 26 محرم الحرام تا 2 صفر المظفر 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت
ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
☆.☆.☆
''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

چکّی بدلنی پڑے گی

تحریک پاکستان کے دنوں میں کانگرسی لیڈر' بالخصوص اچاریہ کرپلانی دعوے سے کہا کرتے تھے کہ چونکہ مغربی پاکستان کی زراعت پر مشرقی بنگال کے عوام کی کفالت کا وزن بھی ہوگا' اس لئے پاکستان غذائی خود کفالت حاصل نہ ہونے کے سبب بہت جلد ٹوٹ کر دوبارہ بھارت میں مدغم ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں معاشی امور سے دلچسپی رکھنے والے مسلم لیگ دانشور بڑے دلائل اور اعداد و شمار کے ساتھ کانگرسی دعاوی کی تردید کیا کرتے تھے' لیکن گزشتہ دو ماہ سے پاکستانی زراعت میں جو شدید بحران آیا ہوا ہے' اس کے پیشِ نظر دل لرزتا ہے کہ خدانخواستہ کانگرسی لیڈروں کی طعنہ زنی درست ثابت نہ ہو۔

پاکستان اپنے قیام کے ابتدائی برسوں میں غذائی اجناس' بالخصوص گندم کی قلت میں مبتلا رہا ہے' اور پاکستان کے امریکہ کی آغوش میں چلے جانے کا ایک سبب گندم کی قلت بھی بتایا جاتا ہے' جب صدر جانسن کے خصوصی حکم سے ''ناقص گندم'' بطور امداد پاکستان کو دیا گیا تھا' لیکن بعد ازاں پاکستان گندم کی پیداوار میں نہ صرف خود کفیل ہو گیا' بلکہ متعدد ملکوں کو برآمد بھی کرتا رہا ہے۔ ہمارے محنتی اور جفاکش کاشت کاروں نے پانی کی کمی' مہنگی بجلی' ڈیزل' آبیانہ اور مالیہ کے غیر حقیقت پسندانہ نرخوں' موسمی آفات' ناقص اور غیر معیاری زرعی ادویہ اور کھاد کے باوجود گندم' کپاس اور گنے کی پیداوار میں اتنا اضافہ کیا کہ جس سے نہ صرف ملکی ضروریات پوری ہوئیں' بلکہ برآمدات سے قیمتی زرمبادلہ بھی حاصل ہوا' مگر کسی حکومت نے بھی زرعی شعبے کی مشکلات کا خاتمہ کرنے اور کسانوں' زرعی مزدوروں اور زمینداروں کو سہولتیں فراہم کرنے پر توجہ نہیں دی۔ زراعت کی بنیادی ضرورتوں' خاص طور پر پانی اور بجلی کے وسائل بڑھانے کے لئے منصوبہ بندی نہیں کی' جس کا نتیجہ آج گندم اور آٹے کی کمی اور مہنگائی کی صورت میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔

بھارتی پنجاب اور پاکستانی پنجاب میں اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں کا موازنہ کیا جائے تو تعجب سے زیادہ ندامت ہوتی ہے۔ بھارتی پنجاب کی انفارمیشن و کمیونی کیشن ٹیکنالوجی کارپوریشن کے چیئرمین ڈاکٹر راج کمار نے' جو صوبائی اسمبلی کے رکن بھی ہیں' 12 / مارچ کو لاہور میں روزنامہ ''نوائے وقت'' کے کامرس رپورٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ پاکستانی پنجاب کے مقابلے میں بھارتی پنجاب میں مہنگائی بہت کم ہے۔ آج کل چنڈی گڑھ میں بکرے کا گوشت 60 روپے اور آٹا 7 روپے فی کلو ہے۔ لوہا 25 سے 28 روپے فی کلو ہے' جبکہ یوریا کھاد کا تھیلا 170 روپے کا فروخت ہو رہا ہے۔ کاشت کاروں کو گزشتہ تین سال سے بجلی مفت فراہم کی جا رہی ہے اور حکومت اس مقصد کے لئے سالانہ 12 ارب روپے کی مالی امداد دے رہی ہے۔ اسی طرح نہری پانی بھی مفت دیا جا رہا ہے۔ کوئی آبیانہ مقرر نہیں۔ پندرہ لاکھ بچوں کو فی کس 650 روپے سالانہ تعلیمی اخراجات کے لئے نقد دیئے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر راج کمار نے پاکستانی طلبہ کو پیشکش کی ہے کہ ان کی صوبائی حکومت انہیں ایک سالہ کمپیوٹر کورس کی مفت تعلیم دینے کو تیار ہے۔ طلبہ کو رہائش کی سہولتیں بھی مفت فراہم کی جائیں گی۔ انہوں نے پاکستانی پنجاب کے زرعی سائنس دانوں کو بھی پیشکش کی ہے کہ وہ بھی بھارتی پنجاب تشریف لائیں تو ان کو تربیت کی سہولتیں مفت فراہم کی جا سکتی ہیں۔

ڈوب جانے کا مقام ہے پاکستانی پنجاب والوں کے لئے' کیونکہ پانچ دریا پاکستانی پنجاب میں بہتے ہیں۔ پانچ دریاؤں کی سرزمین بھارتی پنجاب نہیں' پاکستانی پنجاب ہے اور یہاں اشیائے صرف کی مہنگائی کا حال یہ ہے: لاہور' کراچی اور سندھ کے دیہات میں آٹا 20 تا 22 روپے فی کلو' بکرے کا گوشت 200 تا 220 کلو' بڑا گوشت 90 سے 110 روپے کلو ہے۔ آٹے' گوشت اور چاول کی قیمتوں میں اضافے کے باعث لوہے کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ ہوا جس سے متعدد فیکٹریاں بند ہو گئیں' مزدور بیکار ہو گئے۔ لوہے کی قیمت کے ساتھ سیمنٹ کی قیمت اس قدر بڑھ گئی کہ بنتے ہوئے مکانات کی تعمیر رک گئی ہے۔

اور حکومت ہے کہ اس کا ایک ہی منشور ہے' ''پاکستان فرسٹ'' جس کا مطلب ہے' جنوبی وزیرستان میں فوجی کارروائی' اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لئے سرتوڑ کوشش' ایٹمی سائنس دانوں کو حراست میں لے کر پوچھ گچھ' امریکہ' برطانیہ اور فرانس کے وزرائے خارجہ کی آؤ بھگت' بھارتی کرکٹ ٹیم کے سکیورٹی انتظامات' اور وزیر اعظم اور وزیر خزانہ کے بیانات کہ ہم نے پاکستان کے زرِ مبادلہ کے ذخائر 12 ارب ڈالر سے زیادہ تک پہنچا دیئے ہیں۔

مذکورہ بالا کوائف حکومت کی دانستہ یا نادانستہ ناقص منصوبہ بندی کے ٹھوس شواہد ہیں۔ زوال آمادگی کے ان آثار و شواہد کا رخ موڑنے کے لئے جیسی حکومت چاہئے' ویسی حکومت ہماری موجودہ حکومت نہیں ہے' جسے زیادہ سے زیادہ گنجائش دیتے ہوئے ''فوجی حکومت'' ہی کہا جا سکتا ہے۔ پاکستان جیسے بڑے زرعی ملک میں آٹے کی قلت ہو' یہ تعجب خیز بھی ہے اور باعثِ ندامت بھی۔ اتنا بڑا داغِ ندامت دھونے کی توقع کسی جمہوری حکومت ہی سے کی جا سکتی ہے' جس کا فی الحال ہم خواب ہی دیکھ سکتے ہیں۔ جس چکی میں اربابِ حکومت اور حزبِ اختلاف مل جل کر' اپنے اپنے مفادات کے موٹے موٹے جواہر' رات دن پیستے رہتے ہوں' اس چکی میں آٹا پیسنے کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ چکی کے پاٹ گھس چکے ہیں۔ اب چکی بدلنی پڑے گی۔ (مدیر انتظامی)

10 مارچ۔ بدھ

●پاکستان نے شاہین دوم بیلسٹک میزائل کا کامیاب تجربہ کیا۔ ڈھائی ہزار کلومیٹر تک مار کرنے والے شاہین دوم کی لمبائی ساڑھے سترہ میٹر اور قطر ایک اعشاریہ چار میٹر ہے۔ 25 ٹن وزنی یہ میزائل دو سٹیج کا ہے۔ پہلی سٹیج میں 25 اور دوسری سٹیج میں 130 کلومیٹر بلندی پر پہنچتا ہے۔ شاہین دوم کے کامیاب تجربے کے بعد پاکستان کے پاس بیلسٹک میزائلوں کی تعداد چھ ہوگئی ہے۔ ساتویں میزائل غوری سوم پر کام جاری ہے۔

●مصر میں حکومت نے ہزاروں اسلام پسند اساتذہ کو ملازمت سے برطرف کر دیا' کیونکہ وہ نصابی کتب سے قرآنی آیات اور احادیث حذف کرنے کے خلاف تحریک چلانے والے تھے۔

11 مارچ۔ جمعرات

●امریکا اور یورپی ممالک نے ایٹمی توانائی کی بین الاقوامی ایجنسی کے اجلاس میں ایک قرارداد پر اتفاق رائے کر لیا' جس کے ذریعے وہ ایران کو اپنے ایٹمی پروگرام کے بارے میں تمام تفصیلات پیش کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں اور بعض ضروری باتیں چھپانے پر اس کی باضابطہ مذمت کی جائے گی۔

●فلسطینی ہائی جیکر ابوعباس' جنہوں نے 1985ء میں امریکی جہاز اغوا کرنے والوں کی قیادت کی تھی۔ امریکی حراست کے دوران جاں بحق ہو گئے۔ انہیں امریکی فوج نے صدام حسین کے اقتدار سے ہٹنے کے بعد 14 اپریل 2003ء کو حراست میں لیا تھا۔

●ترکی کے شہر استنبول میں یہودیوں کی رہائشی عمارت پر فدائی حملے میں دو حملہ آوروں سمیت 4 افراد ہلاک اور 30 زخمی ہو گئے۔

12 مارچ۔ جمعہ

●سپین کے دارالحکومت میڈرڈ میں تین ریلوے سٹیشنوں پر چار ٹرینوں میں 13 دھماکے ہوئے' جس کے نتیجے میں 191 افراد ہلاک اور 1200 زخمی ہو گئے۔ یہ دھماکے ایسے موقع پر ہوئے جب سپین میں تین دن بعد عام انتخابات ہونے والے ہیں۔ حکومت نے ان دھماکوں کا ذمہ دار علیحدگی پسند باسک گروپ کو قرار دیا ہے' جبکہ باسک تنظیم نے کہا ہے کہ یہ دھماکے عربوں نے کرائے۔

●آذربائیجان کی حکومت نے شہر باکو کی جامع مسجد کو فوراً بند کرنے کا حکم جاری کیا' کیونکہ امام مسجد حکومت پر تنقید کرتے ہیں اور انسانی حقوق کے علم بردار ہیں۔ امام مسجد حکومت کی حراست میں ہیں۔ مسجد کی مجلس انتظامیہ نے یہ قضیہ عدالت میں پیش کیا۔ جج نے حکومت کے فیصلے کے خلاف حکم امتناعی جاری کر دیا ہے' لہٰذا اپیل کے فیصلے تک مسجد کھلی رہے گی۔

13 مارچ۔ ہفتہ

●پاکستان کی وفاقی حکومت نے قومی اسمبلی کو بتایا کہ قرآن کریم کی آیات کی نصاب تعلیم میں ضرورت نہیں' تاہم انٹرمیڈیٹ کی حیاتیات کی نصابی کتاب سے قرآنی آیات نکال دی گئی ہیں' لیکن ان کو میٹرک کی کتب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ رکن اسمبلی حافظ حسین احمد نے کہا کہ جن قرآنی آیات میں جہاد اور یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے' ان آیات کے اخراج کو امریکی امداد سے مشروط کیا گیا ہے۔ لیاقت بلوچ نے کہا کہ ایک خاص منصوبے کے تحت آغا خان فاؤنڈیشن' نصاب کی نظر ثانی اور قرآنی آیات کے اخراج کے ذریعے قوم کو سیکولرازم کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔

14 مارچ۔ اتوار

●پاکستان کی وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال نے کہا ہے کہ اسلامیات کے مضمون میں سے سورۂ توبہ کو نہیں' اس کا ترجمہ نکالا گیا ہے۔ کیونکہ ترجمہ لمبا ہونے کی وجہ سے طلبہ کو یاد نہیں ہوتا تھا۔

●تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے خطبۂ جمعہ میں کہا کہ نصاب تعلیم سے قرآنی آیات خارج کرنے کا حکومتی فیصلہ نہایت قابل مذمت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نصاب تعلیم سے قرآنی آیات خارج کرنا امریکی ایجنڈے کا حصہ ہے' اس لئے کہ آیات قرآنی کے ذریعے مسلمانوں کا جذبۂ ایمان اور جذبۂ جہاد کو تقویت ملتی ہے' جس سے یہود و نصاریٰ کے گٹھ جوڑ پر مبنی موجودہ عالمی ابلیسی نظام سخت خائف ہے۔

●امریکی فوج نے اسامہ بن لادن سمیت القاعدہ اور طالبان کے لیڈروں کی گرفتاری کے لئے جنوب مشرقی افغانستان میں "آپریشن ماؤنٹین سٹارم" شروع کر دیا۔

●پاکستان کے اعلیٰ سرکاری ذرائع نے بتایا کہ حکومت جنوبی وزیرستان ایجنسی میں القاعدہ کے مبینہ غیرملکی ارکان کو پناہ دینے والے پانچ قبائلی ملزمان کی گرفتاری کے لئے نقد انعامات کا اعلان کرتے ہوئے' اس علاقے میں روپوش ازبک' چیچن' افغان' چینی اور عرب قومیتوں سے تعلق رکھنے والے 300 غیر ملکیوں کی گرفتاری کے لئے فرنٹیئر کور کے تازہ دم مسلح دستے جنوبی وزیرستان بھجوا رہی ہے۔

●اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے کہا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں قیام امن کے عمل کو اسرائیل سبوتاژ کر رہا ہے۔

●عراق کے شیعہ علماء نے ملک کے نئے عبوری آئین پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ اس سے کردوں کو بہت زیادہ اختیارات مل جائیں گے۔ انہوں نے نجف' کربلا اور دوسرے شہروں میں اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عبوری آئین ایک تاریخی بھونڈا مذاق اور گھناؤنی سازش ہے۔

15 مارچ۔ پیر

●مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج نے 2 زیر حراست نوجوانوں سمیت 6 بے گناہ شہریوں کو شہید کر دیا۔ پونچھ میں مجاہدین کا جوابی حملہ۔ میجر سمیت 5 بھارتی فوجی ہلاک' ایک مجاہد شہید۔

●اسرائیل کے جنوبی ساحلی شہر اشدود میں دو طاقتور دھماکوں 11 اسرائیلی ہلاک' جبکہ دونوں فدائی شہید ہو گئے۔ الاقصیٰ بریگیڈ نے دھماکوں کی ذمہ داری قبول کر لی۔

●شمالی وزیرستان ایجنسی میں جمعیت علماء اسلام اور طلبہ کی امن کانفرنس منعقد ہوئی جس میں جنوبی وزیرستان' اورکزئی ایجنسی اور کرم ایجنسی کے علاوہ شمالی وزیرستان کے علماء' طلباء اور دس ہزار سے زائد قبائلیوں نے شرکت کی۔ مقررین نے کہا کہ قبائلی علاقوں سے پاک فوج کو فوراً نکال کر بیرکوں میں واپس بھیج دیا جائے۔ ہمارے علاقے میں نہ القاعدہ والے ہیں اور نہ ہم نے انہیں پناہ دے رکھی ہے۔ حکومت امریکا کے ایماء پر ہونے والا آپریشن بند کر دے۔ قبائلی سرزمین پر اگر ایک بھی امریکی فوجی دیکھا گیا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔

16 مارچ۔ منگل

●پاکستان کے لئے سعودی عرب نے ادائیگی کی مراعات کی بنیاد پر تیل کی فراہمی روک دی۔ یہ خصوصی رعایت 1998ء میں شروع کی گئی تھی جس کے تحت سعودی عرب پاکستان کو ایک لاکھ بیرل تیل فراہم کرتا تھا' جو کم ہو کر گزشتہ برس 50 ہزار بیرل رہ گیا تھا اور اب اس قسم کی کوئی سہولت نہیں رہی۔

●ملائیشیا کی حکمران جماعت باریسان نیشنل پارٹی نے عام انتخابات میں 21 پارلیمانی اور ریاستی نشستوں پر بلامقابلہ کامیابی حاصل کر لی ہے' جبکہ 205 پارلیمانی اور 498 ریاستی (صوبائی) نشستوں پر حزب اختلاف کے ساتھ سخت مقابلہ ہے۔

●ریڈیو تہران نے دعویٰ کیا ہے کہ پاک فوج قبائلی علاقے میں طالبان اور القاعدہ ارکان کے خلاف ایک اور آپریشن کی تیاریاں کر رہی ہے۔ ایمن الظواہری سمیت 500 غیر ملکی جنوبی وزیرستان میں موجود ہیں۔

پچھلے شمارے میں "قراردادِ مقاصد" والے مضمون میں جو منظومات شامل کی گئی تھیں' وہ ماہنامہ "چراغ" سے نہیں' بلکہ جریدہ "چراغِ راہ" سے منتخب کی گئی تھیں' جس کے مدیر مولانا نعیم صدیقی مرحوم تھے۔

بچوں کی تربیت: اہم دینی ذمہ داری

"ہم اپنے بچوں کو رسول کریمؐ کے غزوات اور جنگیں اس طرح یاد کرواتے ہیں' جس طرح قرآن کریم کی سورتیں یاد کرواتے ہیں"۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں جناب شاہد اسلم ناظم تربیت تنظیم اسلامی کے 5 مارچ 2004ء کے خطبہ جمعہ کی تلخیص

سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع (آیات 14 تا 16) میں ارشاد ربانی ہے:

"اے ایمان والو! تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخشو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو فتنہ (آزمائش) ہیں' اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔ سو ڈرو اللہ سے جہاں تک ہو سکے اور اس کے احکام کو سنو اور مانو اور خرچ کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور جس کو بچادیا گیا طبیعت کے بخل سے سو وہ لوگ ہیں فلاح پانے والے"۔

آج میں بچوں کی تربیت کے عنوان سے چند گزارشات عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: "اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے' جس پر جو داروغے مقرر کئے گئے ہیں وہ بہت ہی تند خو اور سخت قوت والے ہیں' اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ اس کے برخلاف نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔" (التحریم:6) اس آیہ مبارکہ کی رُو سے اہل و عیال کی تربیت ہماری دینی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر شخص مسئول ہے اپنی رعیت کے بارے میں۔ یعنی گھر کے سربراہ سے اس کے گھر والوں کے متعلق پوچھا جائے گا اور اگر کوئی ملک کا سربراہ ہے تو اس سے ملک کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اسی طرح گھر کی عورت سے اس کی اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ یہ دنیا دراصل امتحان گاہ ہے۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان میں جہاں اہل ایمان کی صفات بیان کی ہیں وہاں ان کی دعا بھی ذکر فرمائی ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ "اے ہمارے رب! ہمیں ہماری اولاد اور ہماری بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں اور پرہیزگاروں کا امام بنا"۔

اس دعا کے ساتھ ہمیں اہل و عیال کی تربیت پر توجہ دینا چاہئے تا کہ وہ ہمارے لئے دنیا و آخرت میں راحت کا سامان بنیں۔ لہٰذا اللہ کی طرف سے ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنی اولاد کو اچھی تربیت دیں۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو ادب سکھاتا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ایک صاع گندم کا صدقہ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کو خیر کی تلقین کرو اور ادب سکھاؤ۔ حضرت ابو سلیمانؓ سے روایت ہے کہ ہم کچھ نوجوان حضور ﷺ کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے۔ جب ہم نے واپسی کا قصد کیا تو آپؐ نے فرمایا: اے میرے صحابہؓ اب تم اپنے گھر جا کر انہیں بھی تعلیم دو اور تلقین کرو اور جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسی طرح انہیں بھی سکھاؤ ۔۔۔۔ ہمارے اسلاف بھی بچوں کی تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشیدؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب اس نے اپنے بیٹے کو استاد کے حوالے کیا تو کہا: میں نے اپنے دل کا ٹکڑا آپ کے حوالے کیا ہے' اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے رہئے۔ اسے قرآن وحدیث کا علم سکھائیں اور بات کرنے کا سلیقہ سکھائیں' بلاوجہ ہنسنے سے منع کریں اور غمگین بھی نہ کریں' یعنی بچے کو اتنا نہ ڈرائیں کہ وہ مرجھا جائے' جہاں تک ممکن ہو اس کی اصلاح کرتے رہیں اور اپنے قرب اور نرمی سے اس کی اصلاح کریں اور اگر نہ سمجھے تو اس کی پٹائی بھی کریں۔

ہمیں بھی اپنی اولاد کو معاشرے کا ایک بہترین فرد اور مومن بنانے کے لئے کئی پہلوؤں سے تربیت کرنا ہو گی۔ اس میں ایمانی' اخلاقی' جسمانی' عقلی' نفسیاتی اور معاشرتی تربیت کے پہلو شامل ہیں۔ ایمانی تربیت کے ضمن میں جب بچے میں شعور بیدار ہو تو اسے سب سے پہلے ایمان کے بنیادی اصول سکھائے جائیں۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب بچہ بولنا شروع کرے تو اسے لا الٰہ الا اللہ سکھایا جائے اور سمجھدار ہونے پر اسلام کے بنیادی ارکان سکھائے جائیں اور جب مزید بڑا ہو جائے تو اسلامی شریعت کے بنیادی اصول سکھائے جائیں تا کہ وہ ان پر عمل پیرا ہو۔ اس تربیت کا حاصل یہ ہونا چاہئے کہ وہ اسلام کے سوا کسی کو اپنا دین نہ سمجھے' قرآن کے علاوہ کسی کو اپنا امام نہ سمجھے اور محمد ﷺ کے سوا کسی کو اپنا قائد اور رہنما نہ سمجھے۔

حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ "تمہارے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کی تلقین کرو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ کر دو"۔ علمائے کرام نے بچوں کی تربیت کے ضمن میں قرآن کی تلاوت' حضور ﷺ کے غزوات کی تعلیم اور مسلمان لیڈروں کے کارناموں سے آگہی جیسے اُمور پر خاص زور دیا ہے تا کہ اُن کی زندگی کا صحیح رُخ متعین ہو اور ایسے افراد تیار ہوں جو بقول اقبال ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو نبی ﷺ کے غزوات اور جنگیں اس طرح یاد کرواتے ہیں جیسے قرآن کریم کی سورتیں یاد کرواتے ہیں تا کہ ان کے اندر بہادری اور شجاعت کے جذبات پیدا ہوں اور وہ بھی اس دین کی خاطر مر مٹنے کے لئے تیار ہوں۔

اخلاقی تربیت کے ضمن میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بے شک مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں اخلاق کی تکمیل کر دوں۔ اور آپؐ کے بارے میں اللہ نے فرمایا: "بے شک آپؐ اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں۔" حدیث میں آتا ہے کہ بچے کا باپ پر یہ حق ہے کہ اسے اچھا ادب سکھائے اور اچھا نام رکھے۔ چنانچہ بچپن ہی سے سچائی' امانتداری' استقامت' ایثار' پریشانی اور مصیبت زدہ لوگوں کی فریاد رسی' بڑوں کا احترام' مہمانوں کا اکرام' پڑوسیوں کے ساتھ احسان اور دوسروں کے ساتھ محبت سے پیش آنے

کا عادی بنایا جائے اور برے اخلاق سے جو مرّوت' شرافت اور عفت کو بٹہ لگانے والے ہوں' مثلاً جھوٹ' گالم گلوچ' چوری اور بے راہ روی سے روکا جائے۔ اس کے علاوہ بچوں کو اندھی تقلید اور دوسروں کی مشابہت سے بچایا جائے' انہیں عیش و عشرت کا عادی نہ بنایا جائے' موسیقی اور باجے گانوں سے بچایا جائے۔ بچوں کو عورتوں کی مشابہت اور ہیجڑہ پن سے بچایا جائے اور بچیوں کو بے پردگی اور بن سنور کر باہر نکلنے سے منع کیا جائے۔ برے دوستوں کی صحبت سے دور رکھا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین (طریقہ) پر ہوتا ہے۔ انہیں فلموں' ڈراموں سے حتی الامکان بچایا جائے کیونکہ اس کے ذریعے بچوں اور نوجوانوں کے اخلاق اور ذہنوں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔

ایمانی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ایک دینار تم اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہو' ایک دینار غلام کو آزاد کرنے کے لئے خرچ کرتے ہو' ایک دینار تم کسی غریب پر صدقہ کرتے ہو اور ایک دینار تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو' ان میں سب سے زیادہ اجر و ثواب رکھنے والا دینار وہ ہے جسے تم نے اہل و عیال کی ضرورت پورا کرنے پر خرچ کیا۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کا خرچ روک لے۔ بچوں کی صحت کا پورا خیال رکھا جائے اور انہیں متعدی امراض سے بچانے کے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کی جائیں۔ یہ بھی ان کا حق ہے۔ ان کو جسمانی طور پر صحت مند اور تندرست بنانے کے لئے ورزش اور جسمانی محنت کی عادت ڈالی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو ایک خط لکھا کہ اپنے بچوں کو تیر اندازی' تیراکی اور گھڑ سواری سکھاؤ۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاقتور اور قوی مومن' ضعیف مومن سے افضل اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب ہے''۔

عقلی اور فکری تربیت کے ضمن میں بچے کا دین اسلام اور قرآن کے نظامِ قانون سے فکری و نظری ربط و تعلق قائم کیا جائے۔

نفسیاتی تربیت کے ضمن میں جب بچہ عقلمند اور ہوشیار ہو جائے تو اسے حق بات کہنے کے لئے بے باکی' شجاعت' صداقت اور بہادری کی تربیت دی جائے اور دوسروں کے لئے خیر اور بھلائی پسند کرنے والا' غصہ کے وقت قابو میں رہنے والا اور نفسیاتی اور اخلاقی کمالات سے آراستہ ہونے کی تربیت دی جائے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ بڑا ہونے پر اس پر جو بھی ذمہ داری ڈالی جائے اسے وہ بخوبی سرانجام دینے والا ہو۔ نفسیاتی تربیت کے حوالے سے جن امراض سے بچوں کو دور رکھنا ہے' وہ یہ ہیں کہ بچوں میں زیادہ شرمیلا پن اور بے جا جھینپنے کا مرض پیدا نہ ہو۔ ایسے حالات اور ماحول پیدا کیا جائے کہ بچوں میں خوف و ہراس' احساس کمتری' حسد اور بغض جیسی بیماریاں جنم نہ لیں تاکہ ایک مکمل شخصیت پروان چڑھ سکے۔ (مرتب: فرقان دانش خان)

❁ ❁ ❁

PRESS RELEASE

پریس ریلیز

حکمران قوم کو انڈین کرکٹ ٹیم کے تھرل میں مست کر دینا چاہتے ہیں

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 12 مارچ 2004ء کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

نیو ورلڈ آرڈر جس کا علمبردار امریکہ ہے' دراصل اللہ سے بغاوت پر مبنی نظام ہے جسے ابلیس نے اپنے ایجنٹوں یہود کے ذریعے متعارف کرایا ہے۔ اس نظام کے رکھوالوں کو جس طرح سائنس و ٹیکنالوجی کی قوت حاصل ہے' اور جس طرح آج وہ رزق کے خزانوں پر قابض ہیں' معرکہ حق و باطل کی پوری تاریخ میں ابلیس کو پہلے کبھی اس سے بہتر پوزیشن حاصل نہیں ہوئی۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطابِ جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ اپنی انہی خصوصیات کی وجہ سے یہ نظام ''دجالی تہذیب'' کی صورت اختیار کر گیا ہے کیونکہ احادیث کی رو سے قیامت سے قبل جو دجال ظاہر ہوگا اُسے بہت سے مظاہر فطرت پر کنٹرول حاصل ہوگا' رزق کے خزانے اس کے قبضے میں ہوں گے اور وہ ان سب چیزوں کو اللہ کے فاعل حقیقی ہونے کے یقین کو لوگوں کے دلوں سے نکالنے کے لئے استعمال کرے گا۔ صرف سچے اور پکے مومن ہی اس کے ان ہتھکنڈوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔

حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اس دجالی تہذیب کے انسانی سوچ اور عمل پر بہت برے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ چنانچہ آج انسانوں کی بہت بڑی اکثریت مادہ پرستی کے شرک میں مبتلا ہو چکی ہے جو کہ شیطان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس مادہ پرستانہ سوچ اور طرزِ عمل کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان خود غرضی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ بھی اسی ذہنیت کا عکاس اور خود غرضانہ سوچ کا نتیجہ ہے۔ کاش ہم یہ نعرہ لگانے سے پہلے سوچ لیتے کہ وطنیت کے اس بت کی پرستش کا انجام کیا ہوگا؟ مسلمان جس کے لئے سب سے پہلے اللہ' اس کا رسولؐ اور دین اسلام ہوتا ہے اگر خود غرضی میں مبتلا ہو گیا تو پھر سب سے پہلے صوبہ یا قوم ہی نہیں بلکہ ہر فرد سب سے پہلے ''میں'' کی شیطانی فکر کا اسیر ہو جائے گا اور یہ دنیا انسانی درندوں کا جنگل بن جائے گی۔ افسوس کہ آج نہ صرف پاکستانی عوام کی بڑی اکثریت اس سوچ کی حامل ہے بلکہ پورے عالم اسلام پر یہی مادہ پرستانہ سوچ مسلط ہے۔ چنانچہ اللہ اور اس کے دین سے بے وفائی کا نتیجہ ہے کہ نائن الیون کے بعد جن چیزوں کو بچانے کے لئے ہم نے دجالی تہذیب کے نمائندوں کی عارضی جنت قبول کرنے کا فیصلہ کیا تھا اب اس کا جہنم ہونا ثابت ہو رہا ہے اور وہ سب چیزیں ہمارے ہاتھوں سے نکل رہی ہیں۔ اب تو سیکولر دانشوروں نے بھی کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم خواہ کچھ کر لیں ابلیسی تہذیب کے رکھوالے کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ان اجتماعی جرائم کی سزا ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ لیکن ہم ایسے نازک ترین لمحات میں بھی اللہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے قوم کو انڈین کرکٹ ٹیم کے تھرل میں مست کر دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان حالات میں رب کائنات کی مدد کا حصول ہی ہمارے بچاؤ کا واحد راستہ ہے! اپنے رب کو راضی کرنے اور اس کے سایۂ رحمت میں آنے کی خاطر ہمیں اپنے سابقہ گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم ہر اس چیز کو چھوڑ دیں گے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے اور آئندہ ہم سود اور جوئے کی ہر شکل سے مکمل اجتناب کریں گے اور حلال روزی پر اکتفا کریں گے۔ مغربی طرزِ معاشرت کو چھوڑ کر رسول آخر الزماں ﷺ کے اسوہ اور سنت کو اپنی زندگی میں رائج کریں گے۔ نیز ہم خود بھی اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں گے اور ملک خداداد پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے بھی سر دھڑ کی بازی لگائیں گے۔ اس لئے کہ رب کی رحمت و نصرت حاصل کرنے کا یہی یقینی طریقہ ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس توبہ کو قبول کرتے ہوئے قوم یونسؑ کی طرح اُس عذاب کو ہم سے ٹال دے جو آج ہمارے سر پر مسلط ہے!

گولڈن جوبلی کرکٹ میچ

پاکستان کی پچاس سالہ سیاسی تاریخ کے جائزے پر مشتمل منفرد خاکہ

ایوب بیگ مرزا

سیاسی زبان میں لکھا ہوا یہ ادب پارہ ’’ندائے خلافت‘‘ کے شمارہ 13 اگست 1997ء میں اُس وقت کے پاک بھارت حالات کے تناظر میں شائع ہوا تھا۔ اب بھارت کی کرکٹ ٹیم کے سواگت میں ’’قندِ مکرر‘‘ کے طور پر پیش خدمت ہے

سرسبز و شاداب سٹیڈیم[1] بیضوی نہ ہونے کے باوجود بہت خوبصورت دکھائی دے رہا تھا۔ اس میں موجود لوگ[2] بڑے پر اعتماد نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے اور وہ بڑے پر جوش دکھائی دے رہے تھے۔ سٹیڈیم کے مختلف دروازوں سے لوگ[3] جوق در جوق اندر داخل ہو رہے تھے۔ یہ نئے آنے والے لوگ محسوس ہوتا تھا بڑا دور دراز کا سفر طے کر کے آ رہے ہیں۔ ان کے سر گرد سے اٹے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر دکھ اور غم کے آثار نمایاں تھے۔ ان میں سے اکثر کے جسم زخموں سے چور تھے جن سے رسنے والا خون سٹیڈیم کی ہریالی کو سرخی مائل کر رہا تھا لیکن پھر بھی ان کی آنکھوں میں چمک تھی اور وہ بڑے پر عزم دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سٹیڈیم میں داخل ہوتے ہی انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ایسا محسوس ہوتا جیسے راہی کو منزل مل گئی ہو۔ سٹیڈیم میں پہلے سے موجود لوگ نو واردوں کا والہانہ استقبال کر رہے تھے۔ انہیں خالی جگہوں پر بٹھا رہے تھے جگہ کی کمی محسوس ہوتی تو خود سکڑ جاتے۔ کھانے پینے کی چیزیں خود ان کے اپنے پاس بھی زیادہ نہیں تھیں لیکن جو کچھ بھی تھا وہ اس سے مہمانوں کی تواضع کر رہے تھے۔ اچانک سٹیڈیم میں شور اٹھا اور تالیوں کی گونج میں اعلان ہوا کہ محمد علی نے ٹاس جیت کر خود بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لیاقت کو اوپننگ بیٹسمین کے طور پر بھیجا گیا۔ لیاقت جو ایک سینئر اور تجربہ کار کھلاڑی تھے‘ انگریزی کٹ پہنے عینک لگائے خراماں خراماں وکٹ پر پہنچے اور بڑی آہستگی سے کھیل کا آغاز کیا۔ وہ مغرب کی طرف[4] کھیلنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے جس سے مشرق کی طرف رنز بنانے کے انہوں نے کئی قیمتی مواقع گنوا دیے۔ پھر انہوں نے ایک شاندار چھکا لگانے کی کوشش میں اپنا دایاں بازو ہوا میں بلند کیا اور اپنی مٹھی کو مضبوطی سے بند[5] کر لیا وہ گیند کو تو زیادہ دور نہ پھینک سکے البتہ سٹیڈیم میں موجود لوگوں نے ان کی اس کوشش پر انہیں زبردست داد دی۔ اللہ اکبر اور ہم جیتیں گے کے زبردست نعرے لگے۔ ابھی داد و تحسین کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک تیز نو بال لیاقت کے سینے پر لگا۔ وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑے۔ ٹیم کا ڈاکٹر سٹریچر لے کر بھاگم بھاگ آیا لیکن ایمپائر شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بلند کر چکا تھا اور لیاقت ہمیشہ کے لئے آؤٹ ہو گئے۔ سٹیڈیم میں کھلبلی مچ گئی۔ بہت سے لوگ گراؤنڈ میں داخل ہو گئے اور سٹیڈیم کی گراؤنڈ میں سرخ دھبے مزید بڑھ گئے۔ ٹیم کے کھلاڑی غیر ذمہ دارانہ کھیل کا مظاہرہ کرتے ہوئے پے در پے آؤٹ ہونے لگے۔ کوئی جم کر کھیل نہ پا رہا تھا۔ لوگوں میں مایوسی بڑھنے لگی۔ وہ اپنے کھلاڑیوں پر تنقید کرنے لگے۔ اس پر بیٹنگ آرڈر تبدیل کر کے چودھری محمد علی‘ جو بنیادی طور پر ایک سکورر تھے انہیں سفید کٹ پہنا کر میدان میں اتار دیا گیا۔ چودھری صاحب نے وکٹ کے چاروں طرف دیکھتے ہوئے ایک شاندار چوکا[7] لگایا۔ یوں تو سٹیڈیم میں موجود سب لوگوں نے اس چوکے کو سراہا لیکن جس مہارت اور خوبصورتی کے ساتھ یہ چوکا لگایا گیا تھا اسے بھرپور طور پر سراہنے اور اس کی داد دینے کا حق بہت کم لوگوں نے ادا کیا۔ اس چوکے نے اچھے سکور کی بنیاد رکھ دی اور آنے والے کھلاڑیوں کی ایک ضابطہ کی طرف رہنمائی کر دی کہ اگر وہ کراس بیٹ کی بجائے سیدھے بیٹ کے ساتھ کھیلیں گے تو لمبی اور محفوظ اننگز کھیل سکتے ہیں۔ لیکن ٹیم میں چونکہ یقین‘ اتحاد اور تنظیم کا فقدان تھا لہٰذا کھلاڑی پھر یکے بعد دیگرے آؤٹ ہونے شروع ہو گئے۔

ٹیم کی اس ناقص کارکردگی پر لوگ مسلسل ناراضگی اور بیزاری کا اظہار کر رہے تھے کہ اچانک سٹیڈیم میں سناٹا چھا گیا۔ ایک لمبا تڑنگا سرخ و سفید چہرے والا بارعب کھلاڑی خاکی کٹ اور بھاری فلیٹ پہنے لانگ ہینڈل بیٹ گھماتے ہوئے گراؤنڈ میں داخل ہوا۔ یہ ایوب خان ہے۔ یہ ایوب خان ہے۔ سٹیڈیم میں موجود بعض لوگوں نے سرگوشی کے انداز میں دوسروں کو بتایا۔ لیکن اس کا نام تو کھلاڑیوں کی فہرست میں نہیں تھا۔ بعض لوگ شش و پنج میں پڑ گئے مگر اس کی غضبناک آنکھوں اور خاکی کٹ کی دہشت سے سب خاموش رہے۔ اس نے وکٹ پر آتے ہی چند ایک اچھے شارٹ کھیلے جس پر لوگ خوش ہو گئے۔

لنچ کے وقفہ کے بعد جب کھیل دوبارہ شروع ہوا تو ایوب خان کٹ تبدیل کر چکا تھا۔ تھکاوٹ اس کے چہرے پر نمایاں تھی۔ اب وہ اپنے ساتھ ایک نوجوان[8] کو جو ہو بہو اس کا ہم شکل تھا بحیثیت رنر کے ساتھ لایا۔ رنر جس کا واحد کام زخمی کھلاڑی کی جگہ دوڑنا ہوتا ہے کھیل میں مداخلت کرنے لگا اور پچ کو خراب کرنا شروع کر دیا جس پر لوگ شدید احتجاج کرنے لگے۔ پتھر‘ خالی بوتلیں‘ چھلکے اور جوتے گراؤنڈ میں آنا شروع ہو گئے۔ سٹیڈیم میں موجود سب لوگ کھلاڑی کے خلاف احتجاج کر رہے تھے البتہ اب قیادت کے لحاظ سے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ مغربی حصے میں احتجاجی ہنگاموں کی قیادت ذوالفقار علی نامی ایک نوجوان کر رہا تھا اور مشرقی حصے کی قیادت ادھیڑ عمر مجیب کر رہا تھا۔ آخر کار کھلاڑی میدان چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ نیا کھلاڑی بھی خاکی کٹ پہنے ہوئے تھا۔ وہ بھاری ڈیل ڈول رکھتا تھا لیکن وکٹ کی طرف چلتے ہوئے اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ ذوالفقار اور مجیب کا سہارا لئے

ہوئے تھا۔ اس نے سٹیڈیم میں موجود لوگوں کو یہ کہہ کر مطمئن کیا کہ کپتان تمہاری مرضی کا بنایا جائے گا۔ بتاؤ کس کو کپتان بنانا چاہتے ہو[9]۔ سٹیڈیم کے مشرقی حصے سے زوردار آواز آئی مجیب اور مغربی حصے سے آواز آئی ذوالفقار۔ اس کی نیت میں فتور آگیا۔ کیوں نہ ان دونوں کو باری باری ٹھکانے لگا کر خود بیٹنگ کی جائے۔ لٰہذا پہلے ذوالفقار کی مدد سے مجیب کو پویلین میں بند کر دیا لیکن اس پر سٹیڈیم کے مشرقی حصے سے زبردست طوفان اٹھا اور انہوں نے سٹیڈیم کے باہر سے بھی لوگوں کو اپنی مدد کے لئے پکارنا شروع کر دیا۔ کھلاڑی نے آنکھیں بند کر کے بیٹ گھمانا شروع کر دیا لیکن وہ کوئی شارٹ لگانے میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ سٹیڈیم کے باہر سے کچھ لوگ[10] اس کے مشرقی حصے میں چھپ چھپ کر داخل ہونا شروع ہو گئے ان میں سے اکثر سروں سے گنجے البتہ بالوں کی ایک لٹ سر کے پچھلے حصے پر لٹک رہی تھی اور کچھ لمبی داڑھی والے سر پر پگڑی باندھے ہوئے تھے۔ انہوں نے گراؤنڈ میں پٹاخے پھینکنے شروع کر دیئے۔ کھلاڑی اوندھے منہ گر گیا اور مشرقی حصے کے لوگوں نے الگ پویلین بنا کر اس پر نیا جھنڈا لگا دیا[11] جس پر مغربی حصے سے کچھ دیر رونے اور سسکنے کی آوازیں آتی رہیں لیکن جلد ہی مغربی حصے والوں نے بھی سٹیڈیم کی تقسیم کو قبول کر لیا اور اسی ٹیم کے ساتھ جو اب نصف رہ گئی تھی اپنے حصے کی گراؤنڈ میں کھیل کا آغاز کر دیا۔ ذوالفقار علی پہلے کھیلنے آئے۔ انہوں نے آتے ہی ایک شاندار سٹروک[12] کھیلا۔ جس پر انہیں زبردست داد ملی۔ اس کا یہ سٹروک چوہدری محمد علی کے چوکے سے بہت مماثلت رکھتا تھا بلکہ ذوالفقار علی بھٹو نے اسے چوہدری محمد علی سے بھی بہتر انداز میں shape کیا تھا۔ اس نے یہ شارٹ کھیلنے سے پہلے ہر ہر فیلڈر کا بغور جائزہ لیا۔ وہ فری سٹائل کرکٹ کھیلتے رہے اور سٹیڈیم سے باہر کے لوگوں کو بھی للکارے مارتے رہے۔ اچانک مشرق کی طرف سٹیڈیم کی بیرونی دیوار سے متصل جگہ پر ایک زبردست دھماکہ[13] ہوا۔ دھماکہ اتنا زوردار تھا کہ سٹیڈیم کے در و دیوار لرز اٹھے اور اندر کی فضا گرد آلود ہو گئی اور تھوڑی دیر کے لئے کھیل روک دینا پڑا۔ اس دوران ذوالفقار علی ٹیم کے دوسرے ارکان سے مشورہ کرتے رہے۔ چائے کے وقفے کے دوران جب اخباری نمائندوں نے ذوالفقار علی سے دھماکے کے بارے میں سوالات کئے تو انہوں نے بڑی گرج دار آواز میں کہا کہ ہم گھبرانے والے نہیں ہیں۔ ہم گھاس کا ڈنر کر لیں گے لیکن لیڈ لے کر دکھائیں گے۔ اس پر سٹیڈیم میں "جیوے جیوے" اور "ہزار سالہ میچ کھیلیں گے" کے فلک شگاف نعرے لگتے رہے۔ لیکن فری سٹائل کھیل اور قواعد و ضوابط کو مسلسل نظرانداز کرنے سے صوفوں اور کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگ تو پہلے ہی مخالفت اور ہوٹنگ کر رہے تھے۔ سیڑھیوں اور زمین پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بھی کچھ لوگ جو شروع شروع میں اچھل اچھل کر داد دے رہے تھے اور گلے پھاڑ کر نعرے لگا رہے تھے' آوازے کسنے لگے۔ آہستہ آہستہ مخالفت بڑی شدت اختیار کر گئی۔ ذوالفقار علی جوں جوں بیٹ زور سے گھماتا توں توں جوتے' پتھر وغیرہ تیزی سے گراؤنڈ میں پھینکے جاتے۔ بعض باریش حضرات بڑے غضبناک ہو رہے تھے اور یہ کہہ کر لوگوں کو اشتعال دلا رہے تھے کہ یہ تو ہمارا کھلاڑی ہی نہیں ہے۔ ایک بزرگ سرخ ٹوپی پہنے ہاتھ میں حقہ تھامے زوردار طریقے سے اعلان کر رہے تھے 'اس کو ٹیم سے نکالو میچ ہمارا ہے' ذوالفقار علی مطمئن تھا کہ ایمپائر اس کا اپنا ہے لیکن وہ اس وقت حیران رہ گیا جب اسے ایک وائیڈ بال پر L.B.W قرار دے دیا گیا۔ اس فیصلے پر سٹیڈیم کے بالا نشین لوگوں نے اپنی جگہ سے اچھل اچھل کر خوشی کا اظہار کیا۔ نیا کھلاڑی گو خاکی کٹ اور بھاری فلیٹ پہنے ہوئے تھا لیکن کوتاہ قد سپاٹ سا چہرہ بڑی بے ضرر سی شخصیت کا مالک دکھائی دیتا تھا۔ وہ سر جھکائے آہستگی سے چلتا ہوا گراؤنڈ میں پہنچا[14]۔ وہ قسم کھا کر پویلین سے نکلا تھا کہ وہ کھلاڑی نہیں ہے نہ کھیلنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ وہ صرف گراؤنڈ کی صفائی اور پچ کو ہموار کرنے جا رہے ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ بہت زیادہ فاؤل کھیلنے سے پچ بہت خراب ہو چکی ہے۔ اس نے اپنے مشن کو "آپریشن فیر پلے" قرار دیا۔ پچ پر پہنچ کر وہ بڑا مسرور دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں کی فضا اس کو راس آگئی تھی۔ اس نے تمام وعدے پس پشت ڈال کر خود کھیلنا شروع کر دیا۔ شمال مغرب کی طرف اس نے چند ایک اچھے شارٹ کھیلے جس پر اسے داد بھی ملی۔ وہ دھیمے پن سے لیکن بیٹ کو مضبوطی سے پکڑ کر کھیلتا رہا۔ سٹیڈیم میں جگہ جگہ ترنگے جھنڈے کے سائے میں بیٹھی لوگوں کی ٹولیاں کبھی کبھار اس پر پتھراؤ کرتیں تو وہ بڑے سلیقے سے گیند کے ساتھ انہیں بھی فلک (flick) کر دیتا۔ وہ اپنی دفاعی بیٹنگ کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔ وہ چوکا مارنے کے لئے بھی بیٹ اٹھانے کی بجائے پلیسنگ (placing) پر انحصار کرتا تھا۔ جس سے وہ باریش لوگوں سے بڑی داد وصول کرتا تھا۔ لیکن ایک تیز رنز بنانے کی کوشش میں جب وہ کریز پر پہنچنے کی کوشش میں تھا بیٹ اور پاؤں ابھی ہوا ہی میں تھے کہ اس کی وکٹیں اتنے زوردار طریقے سے اڑا دی گئیں کہ بیلز بھی ٹوٹ پھوٹ گئیں[15]۔ سٹیڈیم میں سناٹا چھایا ہوا تھا کہ ایک خاتون پیڈ باندھے دستانے پہنے بڑے سٹائلش انداز میں بیٹ گھماتے گراؤنڈ میں داخل ہوئیں۔ ترنگے جھنڈے کے سائے میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے اس کا تالیوں سے زبردست استقبال کیا' البتہ باریش لوگ بڑے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ مردوں کے کھیل میں عورت کیسے شریک ہو سکتی ہے۔ خاتون کھلاڑی بڑے اعتماد سے میدان میں داخل ہوئی تھی لیکن وہ کوئی اچھا شارٹ نہ کھیل سکی۔ اس کا ایک آسان کیچ چھوٹ گیا اور اسے ایک اور موقع دستیاب ہو گیا۔ اب کی بار اس نے بڑی مونچھوں والے ایک شخص کو جو حلئے سے کسی گروہ کا سرغنہ معلوم ہوتا تھا پارٹنر کی حیثیت سے اپنے ساتھ کھلانا شروع کیا۔ لوگ حیران تھے کہ کرکٹ کھیلتے ہوئے اس شخص نے بیٹ کی بجائے کدال پکڑا ہوا تھا اور اس کی کٹ کو بڑی بڑی جیبیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ خاتون تو جلد ہی کلین بولڈ ہو کر باہر چلی گئیں لیکن جو صاحب ان کے ساتھ تھے ان کے گلوز (gloves) اتار کر ان کی کلائیوں سے لپیٹ دیئے گئے[16]۔ خاتون کے آؤٹ ہو جانے پر سٹیڈیم میں موجود اکثریت نے خوشی کا اظہار کیا۔ نئے کھلاڑی کا عوام نے والہانہ استقبال کیا۔ وہ بڑی دیر تک بنچوں پر کھڑے ہو کر تالیاں بجاتے اور استقبالیہ نعرے لگاتے رہے۔ ایسا استقبال پہلے کسی کھلاڑی کا نہیں ہوا تھا۔ یہ کھلاڑی جس کا نام نواز ہے خوش شکل و خوش ذوق اور سلیقہ مند دکھائی دیتا ہے۔ عوام کی متفقہ رائے ہے کہ یہ آخری اچھا کھلاڑی ہے۔ یہ کھلاڑی اگر ناکام رہا تو میچ میں ہار ہمارا مقدر ہو گا۔ نواز صاحب بڑے اعتماد سے پچ پر پہنچے ہیں۔ ایمپائر سے گارڈ لے کر پر اعتماد انداز سے گراؤنڈ کے چاروں طرف بھرپور نظر دوڑاتے ہیں۔ دوسری طرف بالروں نے بھی فیلڈ بڑی جارحانہ کھڑی کر دی ہے اور انہوں نے نواز کو پے در پے کئی باؤنسر مارے ہیں جنہیں وہ صحیح طور پر ہک نہیں کر پا رہے۔ ان سے کوئی خاص اچھا شارٹ نہیں کھیلا جا رہا۔ بال بار بار انہیں بیٹ (Beat) کر رہا ہے لیکن ان کے اعتماد میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا البتہ سٹیڈیم میں موجود لوگ سرگوشیاں کر رہے ہیں کہ ہمیں تو بہت بہتر کارکردگی کی توقع تھی۔ انہوں نے پویلین سے نکلتے وقت اخباری نمائندوں کو بتایا تھا کہ ٹیم کو اس خوفناک بحران سے نکالنے کے لئے میں کشتیاں جلا کر میدان میں کود رہا ہوں۔ آپ دیکھئے میری کٹ کو جیب نہیں لگی ہوئی اور یہی حکم میں نے ٹیم کے دوسرے ممبروں کو دیا ہے بغیر جیب کے کٹ (pocket less kit) پہنیں۔ لیکن سراغرسانوں نے نشاندہی کی ہے کہ کٹ میں کچھ خفیہ خانے لگے ہوئے ہیں جو کمال مہارت سے لگائے گئے ہیں اور سرسری نگاہ ڈالنے سے نظر نہیں آتے۔ یہ نئے کھلاڑی اپنی بیٹنگ بہتر بنانے کی بجائے بالروں سے بار بار بال آہستہ کرنے کی درخواست[17] کر رہے ہیں اور باؤنسر

(باقی صفحہ 12 پر)

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی "نوادرات"

عبدالقادر حسن

سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان اپنی سائنسی تکان شاعری کی گود میں اتارتے ہیں اور جو شعر پسند آتا ہے اسے لکھ لیتے ہیں۔ ان کے منتخب شعروں کا ایک مجموعہ میں نے ان کی اجازت سے چھپوایا تھا اس کا نام تھا "نوادرات"۔ اس کی اشاعت کے بعد بھی شعروں کے انتخاب کا سلسلہ جاری رہا۔ اچھے وقتوں میں جب ان کا دماغ حاضر تھا میں نے ان کے کچھ منتخب شعر اپنے پاس رکھ لئے اور مزید کے لئے گزارش کر دی۔ آج ان میں سے چند شعروں کو پیش کر رہا ہوں۔ ان دنوں وہ اپنے گھر میں بالکل فارغ اور باہر کی دنیا سے کٹے ہوئے ہیں اس لئے جب کبھی قسمت میں ان سے ملاقات ہو گی تو منتخب اشعار کے ذخیرے میں خاصا اضافہ ہو چکا ہو گا۔ ان اشعار کے مضامین کے بارے میں تو فی الوقت کچھ عرض نہیں کیا جا سکتا لیکن اس مجموعے کا نام ممکن اور مناسب ہوا تو "الزامات" رکھوں گا اور اب چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔ ان میں کلاسیکی اور جدید شاعری دونوں کے نمونے شامل ہیں۔ چند فارسی کے اشعار ہیں ممکن ہوا تو ترجمہ کروں گا۔ آج کے حالات میں بعض اشعار پر تو طرح طرح کے گمان گزرتے ہیں۔

گروہِ عاشقاں پکڑا گیا ہے
جو نامہ بر رہے ہیں ڈر رہے ہیں

اک نہ اک چیز کی کمی ہی رہی
کبھی ساغر کبھی شراب نہیں

یہ محبت بھی ایک نیکی ہے
اس کو دریا میں ڈال آتے ہیں

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں
بلبل چہ گفت گل چہ شنیدو صبا چہ کرد

شاید کہ گل فشاں ہو مرے عصر کا شعور
اک خواب ناتمام ابھی تک نظر میں ہے

صحرا میں مرے حال پہ کوئی بھی نہ رویا
گر پھوٹ کے رویا تو مرے پاؤں کا چھالا

شام ہو جانے سے پہلے بچ نکلنا ہے ہمیں
میں زمیں پر جال دیکھوں تم مچانیں دیکھنا

پہنچ کے منزلِ جاناں پہ ہم بکھر سے گئے
کسی تھکے ہوئے سالار کارواں کی طرح

کمال ضبط کا یہ آخری ہنر بھی گیا
میں آج ٹوٹ کے رویا اور اس کے گھر بھی گیا

ہم سہل طلب کون سے فرہاد تھے لیکن
اب شہر میں تیرے کوئی ہم سا بھی کہاں ہے

غنچۂ شوق لگا ہے کھلنے
پھر تجھے یاد کیا ہے دل نے

سارے سپیرے ویرانوں میں گھوم رہے ہیں بین لئے
آبادی میں رہنے والے سانپ بڑے زہریلے تھے

کچھ حسن و عشق میں فرق نہیں ہے بھی تو فقط رسوائی کا
تم ہو کہ گوارا کر نہ سکے ہم ہیں کہ گوارا کرتے ہیں

مجھے گرنا ہے تو اپنے ہی قدموں پہ گروں
جس طرح سایۂ دیوار پہ دیوار گرے

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا

حسن سے چوک ہوئی اس کی ہے تاریخ گواہ
عشق سے بھول ہوئی ہو یہ مجھے یاد نہیں

رہا نہ دل میں وہ بے درد اور درد رہا
مقیم کون ہوا ہے مقام کس کا تھا
جانا وہ ایک خواب تھا دھوکہ نظر کا تھا
اس بے وفا سے ربط مگر عمر بھر کا تھا

میں اسے شہرت کہوں یا اپنی رسوائی کہوں
مجھ سے پہلے اس گلی میں میرے افسانے گئے

کیا قیامت ہے کہ خاطر کشتہ شب بھی تھے ہم
صبح جب آئی تو مجرم ہم ہی گردانے گئے

ہم نغمہ سرا کچھ غزلوں کے ہم صورت گر کچھ خوابوں کے
بے جذبۂ شوق سنائیں کیا کوئی خواب نہ ہو تو بتائیں کیا

ایک پل میں وہاں سے ہم اٹھے
بیٹھنے میں جہاں زمانے لگے
شام کا وقت ہو گیا باقی
بستیوں سے پیام آنے لگے

ہم سے قاتل کے خدوخال نہ پوچھ
ہم نے مقتل میں شب گزاری ہے

ہو گیا ساتھ ہی تاریک مرا گھر بھی ظفر
ورنہ سچ پوچھئے تو شمع بجھی اور کی تھی

یہاں کسی کو کچھ حسب آرزو نہ ملا
کسی کو ہم نہ ملے اور ہم کو تو نہ ملا

بجھ گئی رونق پروانہ تو محفل چمکی
سو گئے اہل تمنا تو ستم گر آیا

رنج سفر کی کوئی نشانی تو پاس ہو
تھوڑی سی خاک کوچۂ دلبر ہی لے چلیں

اب تو یا رب ترے فردوس پہ حق ہے میرا
تو نے اس دور کے دوزخ میں جلایا ہے مجھے

بے نیازانہ ز ارباب کرم می گزرم
چوں سیہ چشم بر سرمہ فروشاں گزرد

روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

تری کتاب کا بین السطور ہیں ہم لوگ
ہمارا قصہ تری داستاں سے نکلے گا

میں زینہ زینہ جسے لے گیا بلندی پر
وہ میرے ساتھ نہ تھا سیڑھیاں اترتے ہوئے

طلسم خوابِ زلیخا و دامِ بردہ فروش
ہزار طرح کے قصے سفر میں ہوتے ہیں

(بشکریہ روزنامہ "جنگ" لاہور)

جہاد کے لئے علمائے کرام کا فتویٰ

یہ قسط وار سلسلۂ مضامین ''ندائے خلافت'' کے گزشتہ برس کے آخری شمارے پر آ کر رُک گیا تھا' کیونکہ تحقیق کے لئے بعض ضروری کتب دستیاب نہ تھیں۔

سید قاسم محمود

1857ء کے غدر یا جنگ آزادی کے اسباب کا تجزیہ سرسید احمد خان نے اپنے مشہور کتابچے ''اسباب بغاوتِ ہند'' میں کیا تھا' جس کا خلاصہ اس سلسلۂ مضامین کی قسط نمبر 47 (ندائے خلافت کا شمارہ بابت 7 جنوری 2004ء) میں پیش کیا جا چکا ہے۔ معروف تاریخ دان باری علیگ نے اپنی تصنیف ''کمپنی کی حکومت'' میں اس ہنگامے کے اسباب اقتصادی عوامل اور پیداواری عناصر پر انگریزی اجارہ داری اور ٹوٹتی ہوئی جاگیر شاہی (جو محنت کی خون پسینے کی روزی کمانے سے کتراتی ہے) کے ردِعمل میں ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ سرسید کے سیاسی اور باری علیگ کے معاشی تجزیئے اپنی اپنی جگہ درست' لیکن مولانا سید محمد میاں کا مذہبی تجزیہ بھی بہت درست ہے۔ وہ اپنی تالیف ''علمائے ہند کا شاندار ماضی'' میں رقم طراز ہیں:

''یہ ہنگامہ 'اضطراب تھا' دین و ایمان کے ماننے والوں' دھرم اور مذہب کے پابند پاک نفوس اور پاک باطن خدا پرستوں کے پاک جذبات و احساسات کا''۔

ممکن ہے کہ بعض جاگیرداروں اور نوابوں نے اس ''ہنگامے'' میں اس لئے حصہ لیا ہو کہ انہیں انگریزوں کے ہاتھوں اپنی جاگیریں اور علاقے چھیننے کا رنج تھا' لیکن تحریک آزادی کے عام کارکنوں اور علمائے کرام کا مقصد صرف ایک تھا' حق کی آواز بلند کرنا اور حق کا ساتھ دینا۔ یہاں ہم صرف ان علمائے کرام کا ذکر کر رہے ہیں' جنہوں نے حق و باطل کی اس جنگ میں حق کا ساتھ دیا۔ ان علماء کا ذکر مطلوب نہیں' جنہوں نے یہ قرار دیا کہ انگریزوں کے خلاف لڑنا جہاد نہیں' یا بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ چونکہ جہاد کے لئے ضروری وسائل اور مکمل تیاری نہیں' اس لئے جہاد کے لئے نکلنا جائز نہیں۔ ایسے علماء سے جہادی علماء نے کہا تھا کہ کیا ہمارے وسائل' اصحاب بدر سے بھی گئے گزرے ہیں جو سر بہ کفن کفار کے مقابلے پر آ گئے تھے' لیکن اکثر علماء نے پھر بھی اپنی رائے پر اصرار کیا اور جہاد کو غیر ضروری اور نامناسب قرار دیا۔

علمائے کرام کے درمیان ہم آہنگی اور اتفاق رائے نہ ہونے سے قوم میں ذہنی انتشار پھیلا اور جہاد کے مقاصد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ تاہم بعض باہمت علماء نے تمام مشکلات اور کٹھن حالات کے باوجود شاہراہِ حق پر چلتے ہوئے جہاد کے فتوے پر دستخط کئے' جس کا صاف مطلب تھا' پھانسی یا عبور دریائے شور (کالا پانی) کی سزا۔ ایک فتویٰ بہت پہلے شاہ عبدالعزیز نے بھی جاری فرمایا تھا' جس میں ہندوستان کو غلبۂ نصاریٰ کے سبب دارالحرب قرار دیا گیا تھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''ندائے خلافت'' کا شمارہ بابت 4 جنوری 2003ء) شاہ صاحب کے فتوے کی روشنی میں سید احمد بریلوی نے ہجرت اور جہاد کا راستہ اختیار کیا تھا' تاہم شاہ عبدالعزیز کے فتوے میں صراحت کے ساتھ جہاد کا کوئی ذکر نہ تھا۔

مئی 1857ء میں جب میرٹھ سے انگریزوں کے خلاف بغاوت کا شعلہ بھڑکا اور دہلی آزادی کی جدوجہد کا مرکزی محاذ قرار پایا تو علمائے کرام کو بھی مسلمانانِ ہند کی سیاسی و دینی رہنمائی کے لئے آگے آنا پڑا۔ ایک نقطۂ نظر جسے سرسید احمد خان اور بعض علماء نے پیش کیا' یہ تھا:

''انگریز حاکم وقت ہے۔ مسلمان اس کی پناہ میں ہیں (مستامن ہیں)۔ پس اطاعت واجب ہے اور غدر حرام''۔

تاہم مسلمان عوام میں اس خیال کو پذیرائی حاصل نہیں ہوئی اور عام طور پر اس نقطۂ نظر کو رد کر دیا گیا۔ دوسری طرف جو فتویٰ جہاد کے حق میں دیا گیا' اسے خیبر سے لے کر کلکتہ تک مسلمانوں میں مقبولیت حاصل ہوئی اور جگہ جگہ اس کی نقلیں ہاتھ سے لکھ کر تقسیم کی گئیں۔ اس فتوے کے متعلق سرسید کی رائے یہ تھی:

''دہلی میں جو فتویٰ جہاد کا چھپا ہے' وہ ایک عمدہ دلیل جہاد کی سمجھی جاتی ہے' مگر میں نے تحقیق سے سنا ہے اور اس کے اثبات پر بہت دلیلیں ہیں کہ وہ محض بے اصل ہے۔''

ایک طرف سرسید (حالات کے تقاضوں کے تحت شکست خوردہ اور زوال آمادہ مسلمانوں کو فاتح انگریزوں کے عتاب سے بچانے کے خیال سے) اس فتوے کو بے اصل اور بے بنیاد کہتے ہیں' دوسری طرف ساتھ ہی وہ کہتے ہیں کہ بھلا علمائے کرام کس طرح بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جنگ لڑنے کو شرعاً قبول کر سکتے ہیں' جبکہ یہی علماء بادشاہ کو بہت برا اور بدعتی سمجھتے ہیں۔ درحقیقت علماء نے جو فتویٰ دیا تھا' وہ جہاد کا فتویٰ تھا' صرف انگریزوں کے خلاف۔ مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی مقتدر حیثیت بے شک برائے نام تھی' لیکن بہرحال مغلیہ سلطنت اگر قائم رہتی تو غیر ملکی سامراج کے تسلط کے مقابلے میں ہزار درجے قابل قبول ہوتی۔ اصل فتویٰ جو تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے' یہ تھا:

سوال

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ اب جو انگریز دلی پر چڑھ آئے اور اہل اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں' اس صورت میں اب شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں؟''

جواب

علمائے کرام کی طرف سے جو جواب دیا گیا' وہ یہ تھا:

''درصورت مرقومہ' فرض عین ہے اوپر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے' اس کی فرضیت کے واسطے۔ چنانچہ اب اس شہر والوں کو طاقت مقابلہ اور لڑائی ہے' بہ سبب کثرت اجتماع افواج کے' اور مہیا اور موجود ہونے آلات حرب کے' تو فرضِ عین ہونے میں کیا شک رہا۔ اور اطراف و احوال کے لوگوں پر جو دور ہیں' باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہو جائیں مقابلے سے' یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں تو اس صورت میں ان پر بھی فرض ہو جاوے گا' اور اسی طرح اور اسی ترتیب سے سارے اہل زمین پر شرقاً و غرباً فرض عین ہوگا' اور جو عدو اور بستیوں پر ہجوم اور قتل و غارت کا ارادہ کریں تو اس بستی والوں پر بھی فرض عین ہو جائے گا بشرطا اُن کی طاقت کے''۔

فتوے کے اثرات

یہ ایک مختصر سا فتویٰ تھا' لیکن اس کے اثرات بہت طویل تھے۔ اس فتوے پر 33 علمائے کرام نے اپنی ذاتی مہروں کے ساتھ دستخط کئے تھے۔ یہ علماء کی فہرست میں مختلف مکاتیب فکر سے تعلق رکھنے والے اپنے وقت کے مشہور علماء شامل تھے۔ یوں بھی اس زمانے میں دہلی میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی بہترین صلاحیت جمع ہوگئی تھی۔ صرف یہی نہیں کہ علماء نے جہاد کے فتوے پر دستخط کئے تھے' بلکہ اکثریت نے انگریزوں کے خلاف عملی جہاد میں حصہ لے کر امام ابن تیمیہؒ کی روایات کو تازہ کیا۔ خصوصیت سے

مفتی صدر الدین آزردہ (جو بلند پایہ شاعر بھی تھے) اور مولوی رحمت اللہ کیرانوی نے جہاد بالسیف کیا۔ مولوی رحمت اللہ کے خلاف انگریزوں کو اس بات کا بھی غصہ تھا کہ وہ مناظروں میں فنڈر جیسے بڑے عیسائی پادریوں کو پچھاڑنے کی شہرت رکھتے تھے اور عقیدہ تثلیث کے ردّ میں عقلی دلائل پیش کیا کرتے تھے۔ جب دہلی میں بغاوت شروع ہوئی تو مولانا رحمت اللہ دہلی آئے' تاکہ وہاں جہاد میں حصہ لیں' لیکن انہیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ جنرل بخت خان اور مغل شہزادوں کے درمیان باہمی کشمکش کی وجہ سے جہاد کا مقصد پورا نہیں ہو رہا تھا۔ انگریزوں نے اپنی فتح کے بعد ایک ''ہٹ لسٹ'' تیار کی جس میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا نام سب سے اوپر لکھا تھا' لیکن مولانا ان کے ہاتھ نہ آسکے اور حجاز چلے گئے۔ تاہم انگریزوں نے ان کی لاکھوں کی جائیداد ضبط کر کے ان کے خاندان کو کوڑی کوڑی کا محتاج بنا دیا۔

مفتی صدر الدین آزردہ البتہ گرفتار ہو گئے۔ مقدمہ چلا' بڑی مشکل سے رہائی ہوئی' مگر جائیداد ضبط ہو گئی۔ بڑی مشکل سے آدھی جائیداد واگزاشت ہوئی' لیکن کتب خانہ واپس نہ ہوا جہاد کے دوران میں مفتی صاحب کی ایک آنکھ زخمی ہو جانے سے بیکار ہو گئی تھی۔

فتوے پر دستخط کرنے والے علماء میں سے اکثر اس وقت شہید ہو گئے جب 14 ستمبر 1857ء کو جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں کے نیچے نمازیوں اور فاتح انگریزی فوج کے درمیان معرکہ ہوا۔ انگریزی فوج کی کمان سر تھامس مٹکاف کر رہا تھا۔ خواجہ حسن نظامی اپنی تالیف ''دلّی کی جان کنی'' میں لکھتے ہیں: ''جامع مسجد میں اس وقت ہزارہا مسلمان نماز کے لئے جمع تھے۔ ان کو معلوم ہوا کہ انگریز مسجد کو بارود سے اڑانا چاہتے ہیں۔ ان سب کے پاس تلواریں تھیں۔ بندوقیں نہ تھیں' ان کا ایک آدمی مکبر پر چڑھا اور اس نے مسلمانوں سے پکار کر کہا: ''تمہارے امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ دشمن سامنے کھڑا ہے۔ جس کو مرنا ہو' وہ میرے ساتھ شمالی دروازے کی طرف آئے' اور جس کو جان پیاری ہو' وہ جنوبی دروازے کی طرف چلا جائے کہ ادھر دشمن کی فوج نہیں ہے۔ یہ تقریر سن کر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ان میں سے ایک بھی جنوبی دروازے کی طرف نہیں گیا۔ ان سب نے تلواریں میان سے کھینچ لیں۔ سب سے پہلے میانوں کو کاٹ کر پھینک دیا۔ پھر شمالی دروازے کی طرف بڑھا۔ مٹکاف کی فوج نے بندوقوں کی ایک باڑھ ماری' جس سے دو سو آدمی شہید ہو کر گر پڑے۔ مسجد کی سیڑھیاں ان کی لاشوں سے بھر گئیں' مگر مسلمان تڑپتی ہوئی لاشوں کو چھوڑ کر اس پھرتی سے آگے بڑھے کہ مٹکاف کو دوسرے گروپ کو مارنے کی مہلت نہ مل سکی اور تلواروں کی دست بدست لڑائی ہونے لگی۔''

سقوط دہلی کے خوں چکاں واقعات کے چشم دید گواہ راقم الدولہ ظہیر دہلوی لکھتے ہیں: ''غرض کہ جامع مسجد کے نیچے ہو کر گلیوں کے بازار میں پہنچا تو وہاں عجیب تماشا نظر آیا۔ لاشوں کا ایک ایسا انبار تھا' جیسے لکڑیوں کی ایک ٹال لگی ہوئی ہے' اور یہ وہ موقع ہے' جہاں چار ماہ پہلے مجھے ایک مست درویش مجذوب نے بتایا تھا کہ یہاں کشت و خون ہو گا۔ وہاں سے آگے بڑھا تو لاشیں پڑی ہوئی نظر آئیں۔ (حوالہ: داستانِ غدر)

بعض مصنفین نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی میں اہم ترین کردار ایک خاص مکتب فکر کے علماء کا تھا۔ اس سلسلے میں ''وہابی مجاہدین'' کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق سید احمد شہید کی جماعت مجاہدین کی باقیات سے تھا۔ بعض مؤرخین نے اس تحریک کے پس پردہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر اور بانی بزرگوں (مولانا محمد قاسم نانوتوی' مولانا رشید احمد گنگوہی اور ان کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مکی) کی کاوشوں کو دریافت کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حق و باطل کی اس جنگ میں کسی خاص مکتب فکر کا کوئی اجارہ نہ تھا جن علماء نے مذکورہ بالا فتوے پر دستخط نہ کئے تھے' انہوں نے براہِ راست جہاد بالسیف سے نہ سہی' لیکن انہوں نے اپنے جذبۂ حریت کا اظہار کسی اور ذریعے اور طریقے سے کیا۔

ممکن ہے کہ بعض جاگیرداروں اور نوابوں نے اس ''ہنگامے'' میں اس لئے حصہ لیا ہو کہ انہیں انگریزوں کے ہاتھوں اپنی جاگیریں اور علاقے چھیننے کا رنج تھا' لیکن تحریک آزادی کے عام کارکنوں اور علمائے کرام کا مقصد صرف ایک تھا' حق کی آواز بلند کرنا اور حق کا ساتھ دینا۔

جس وقت 1857ء کا ہنگامہ شروع ہوا' اُس وقت سید احمد شہید کے تربیت یافتہ مجاہدین کے مختلف چھوٹے چھوٹے گروہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سرگرمِ عمل تھے۔ تحریک آزادی کا سب سے بڑا مجاہد اور سپہ سالار جنرل بخت خان جماعت وہابیہ سے منسلک تھا۔ جب انگریزوں نے مسلمانوں کے باہمی افتراق' اور مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان بے اعتمادی اور عدم موافقت' زرخرید مخبروں کی غداری اور جدید اسلحے کے زور پر دہلی پر قبضہ کر لیا تو اسی جنرل بخت خان نے بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو دہلی سے باہر چلے جانے اور انگریزوں کے خلاف گوریلا کارروائیوں کا مشورہ دیا تھا' لیکن بادشاہ نے مرزا الٰہی بخش اور حکیم احسن اللہ جیسے غداروں کے کہنے سننے پر یہ مخلصانہ مشورہ نہ مانا اور اپنا سارا خاندان تباہ و برباد کرا لیا۔

اہل حدیث علماء میں سے مفتی عنایت احمد کاکوروی' مولوی سرفراز علی اور مولوی نذیر حسین کا نام جہاد کے فتوے پر دستخط کرنے والوں کی فہرست میں بھی شامل ہے۔ ان میں سے بیشتر حضرات کو انگریز سرکار کے خلاف بغاوت کے ''جرم'' میں سنگین سزائیں دی گئیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ 1857ء کی جنگ حریت (اور احیائے اسلام کے خواب) میں حصہ لینے والوں میں تمام مکاتیب فکر کے زعماء اور افراد شامل تھے' ان میں شیعہ بھی تھے اور سنی بھی تھے۔ اہل سنت میں وہ علماء بھی تھے اور جو ولی اللّٰہی روایات کے امین تھے' یعنی اکابر دیوبند اور وہ بھی جو عرب میں ''وہابیت'' کی تحریک سے متاثر تھے اور انگریز انہیں ''وہابی'' کہتے تھے۔ علاوہ ازیں شاہ اسماعیل شہید کے بدعات و رسوم کے خلاف سخت موقف سے اتفاق نہ کرنے والے علماء بھی تھے' جن کی ترجمانی بعد میں مولانا احمد رضا خان بریلوی نے کی۔

1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانانِ ہند کے زبردست امتحان میں کلمۂ حق کہنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان سب کے تذکرے کے لئے تو الگ دفتر کھولنے کی ضرورت ہے۔ تاہم چیدہ چیدہ' منتخب اور سربرآوردہ علماء کا ذکر بھی' انہیں ثواب اخروی پہنچانے کے برابر ہے' آئندہ چند قسطوں میں ایسے مجاہد حضرات کی شخصی خدماتِ اور کارناموں پر فرداً فرداً روشنی ڈالی جائے گی۔ (جاری ہے)

جدید سلیبس کے عین مطابق

آسان عربی قواعد

ومعروضی عربی

برائے انٹرمیڈیٹ سال اول

از: پروفیسر محمد یوسف ضیاء

فرسٹ ایئر کا امتحان دینے والے طلبہ و طالبات کے لئے نہایت مفید

قیمت: 75 روپے (ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

ڈسٹری بیوٹرز: **مکتبہ نور اسلام**

رحمٰن مارکیٹ' اردو بازار لاہور فون: 7352847

کوئی پتھر سے نہ مارے مرے دیوانے کو

محمد سمیع

یہ عشق بھی بڑی ظالم شے ہے۔ انسانی تاریخ پر نظر ڈالئے' آپ کو ہر عاشق مظلوم نظر آئے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس سے عشق کی غلطی سرزد ہو چکی ہوتی ہے۔ کم سے کم ظلم جو کسی عاشق کے ساتھ ہو سکتا ہے اس کا اظہار شاعر نے کچھ اس طرح کیا ہے ۔

عاشقی کا ہو برا جس نے بگاڑے سارے کام
ہم تو اے بی میں رہے اغیار بی اے ہو گئے

ویسے دیکھا جائے تو عاشق ظلم کا مستحق بھی ہوتا ہے۔ محبوب کا' معاشرہ کا اور رقیبوں کا ہر ظلم سہنے کے باوجود مجال ہے کہ وہ اپنے محبوب کی شان میں کوئی ایسی ویسی بات سننے پر آمادہ ہو جائے۔ لیلیٰ کے جذبات کا اظہار تو اس مصرعے سے ہوتا ہے جس کو میں نے اپنے مضمون کا عنوان بنایا ہے۔ اب مجنوں کا حال سنئے۔ کہتے ہیں کہ صحرا میں مجنون لیلیٰ کے خیال میں غرق تھا کہ پاس سے ایک شخص اونٹ پر سوار گزرا۔ اسے پتہ نہیں کوئی شرارت سوجھی یا کیا ہوا' اس نے ایک سوال مجنوں میاں سے جڑ دیا۔ میاں مجنوں! ہمارے خلیفہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب سوال یہ درپیش ہے کہ اس کا جانشین کسے بنایا جائے۔ (پتہ نہیں خلیفہ کی کوئی اولاد نہ تھی یا ساری اولاد ہی نالائق تھی یا یہ اس سوار کی اپنی ذہنی اختراع رہی ہو)۔ مجنوں میاں نے لہک کر جواب دیا۔ میری لیلیٰ کو بنا دو۔

آپ بھی کہیں گے کہ آج میں کیا واہی تباہی بکنے لگا ہوں۔ اصل میں آج میں نے محترم سجاد میر کا کالم ''وہ فقرہ جو کٹ گیا!'' پڑھ لیا ہے۔ اس کالم نے میری ایک بڑی الجھن دور کر دی ہے۔ ہوا یہ کہ کچھ دنوں قبل اخبار میں میں نے ان علماء کا ذکر خیر پڑھا جن کی مبینہ طور پر حکومت نے نگرانی شروع کر دی ہے۔ ان علماء کا قصور خبر میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی تقاریر میں معاشرے میں فرقہ وارانہ منافرت پھیلا رہے ہیں۔ ان علماء کی فہرست میں ایک ایسے خطیب کا نام بھی درج تھا جو مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطاب جمعہ دیتے ہیں اور جن کی تقاریر ویب سائٹ کے طفیل میرے زیر سماعت بھی رہتی ہے۔ اصل میں ان کی تقاریر' تعلیمات قرآنی پر مشتمل ہوتی ہیں اور وہ کئی ماہ سے مسلسل سورۂ بنی اسرائیل کے مضامین بیان کر رہے ہیں۔ حال ہی میں اس سورت پر ان کے سلسلۂ درس کا اختتام ہوا ہے۔ مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ پورے سلسلۂ درس میں کہیں بھی کوئی فرقہ وارانہ بات نہیں اور نہ سورۂ بنی اسرائیل کے حوالے سے اس کا کوئی محل و مقام بنتا ہے۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ قرآن کی عام سورتوں کے برعکس جن میں موضوع کا سورت کے مضامین سے کم ہی تعلق ہوتا ہے بلکہ سورتوں کے نام علامتی ہوتے ہیں یہ سورت ان چند سورتوں میں شامل ہے جن کے مضامین کا خاص تعلق ان کے ناموں سے ہوتا ہے' اس سورت میں بنی اسرائیل یعنی یہود کی تاریخ بیان ہوئی ہے۔ میں اب تک یہ سمجھتا رہا کہ ابھی حال ہی میں حکومت کی جانب سے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے بارے میں مباحثہ جاری کرنے کے لئے قوم کو آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو شاید حکومت کو یہ دروس بے وقت محسوس ہوئے ہوں کہ اس سے رائے عامہ پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو۔ لیکن جب میں نے محترم سجاد میر کا مذکورہ کالم پڑھا تو ایک بار پھر میں نے اس مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا۔ اس سلسلۂ درس قرآن کے دوران تعلیمات قرآنی کے حوالے سے حالات حاضرہ پر تبصرہ بھی ہوتا ہے۔ جب اس پر غور کرنا شروع کیا تو حالاتِ حاضرہ کے تمام تبصروں کے دوران کسی نہ کسی صورت میں امریکہ پر تنقید ضرور یاد آئی جو خطیب صاحب نے روا رکھی ہے۔ اب معاملہ واضح ہو کر سامنے آیا۔ لیکن اس طرح کا طرز عمل تو ان عاشقوں کا ہوتا ہے جنہیں اپنی محبت چھپا کر رکھنے کا شوق ہوتا ہے۔ امریکہ سے حکومت کی محبت تو اب مملکت خداداد پاکستان کے بچے بچے پر عیاں ہو چکی ہے۔ ایسے میں حکومت کو امریکہ پر تنقید کو فرقہ وارانہ منافرت کا رنگ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو میرا اپنا گمان ہے۔ ہمارے دین نے ہمیں سوئے ظن سے بچنے کا حکم دیا ہے لہٰذا اسی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے مجھے یہ حسن ظن رکھنا چاہئے کہ حکومت نے یہ سب کچھ امریکہ کی محبت میں نہیں کیا ہوگا۔ البتہ یہ ان لوگوں میں سے کسی ایک کی کارستانی ہو جنہیں شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ تو محترم سجاد میر صاحب! آپ بھی حسن ظن سے کام لیں۔

بقیہ: گولڈن جوبلی میچ

نہ کرانے کے لئے ان کی منت سماجت کر رہے ہیں جس پر سٹیڈیم میں موجود ان کے اپنے حمایتی سخت پریشان ہیں۔ عام لوگ بھی پریشان ہیں۔ اس کے بعد تو ہماری ٹیم میں اور کوئی اچھا کھلاڑی نہیں ہے۔ محدود اوورز کا میچ ہے۔ دن ڈھلنے لگا ہے' درختوں کے سائے لمبے ہو رہے ہیں۔ مشرق تو پہلے ہی ابر آلود تھا۔ مغرب کی طرف سے بھی کالی گھٹائیں اٹھ رہی ہیں۔ ٹارگٹ حاصل نہیں ہو سکے گا۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی فری ہٹر (free hitter)[18] آ جائے تو اب بھی وقت ہے۔ ایسے سادہ لوح لوگ بار بار آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھ رہے ہیں۔ ایک شخص[19] ہاتھ میں ایک کتاب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے سارے سٹیڈیم کا چکر لگا رہا ہے۔ کتاب میں سے کچھ پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہے۔ لوگوں کو کہہ رہا ہے کہ ٹیم کا چناؤ تو یہاں موجود لوگوں میں سے ہی ہونا ہے۔ کیوں نہ ہر شخص اچھے سے اچھا کھلاڑی بننے کی کوشش کرے۔ کیوں نہ ٹریننگ کیمپ قائم کئے جائیں تاکہ وہاں کھلاڑی سیدھے بیٹ سے کھیلنا سیکھے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ٹیم میں یقین اور نظم کا فقدان ہے۔ مل جل کر ایک کپتان کی سربراہی اور اس کے حکم کے تابع ہو کر کھیلنے سے ہم ٹارگٹ حاصل کر سکتے ہیں۔ بہت ہی کم لوگ اس کی بات پر توجہ دے رہے ہیں۔ اکثر لوگ اس کتاب کو سر آنکھوں سے لگا دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ادھر مخالف[20] کپتان ایک اینڈ (end) سے فاسٹ باؤلر اور ایک اینڈ (end) سے سپن (spin) باؤلر سے حملہ آور ہے۔ وہ کھلاڑی پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کے لئے کلوز ان فیلڈرز (Close in fielders)[21] کو چند فٹ کے فاصلے پر لے آیا ہے۔ خدا خیر کرے۔ کہیں ہم ٹارگٹ سے بہت دور رہ جانے کی وجہ سے بین الاقوامی ٹورنامنٹ سے خارج نہ ہو جائیں۔ اکثر لوگ کسی معجزے کی توقع لگائے ہوئے ہیں لیکن کہیں دور سے آواز آ رہی ہے "خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں"۔

حواشی : ۱۔ پاکستان ۲۔ مقامی ۳۔ مہاجر ۴۔ مغرب نواز پالیسی ۵۔ لیاقت کا مشہور مکہ ۶۔ اکاؤنٹس کے آدمی تھے ۷۔ آئین بنایا ۸۔ گوہر ایوب ۹۔ انتخابات ۱۰۔ ہندو سکھ ۱۱۔ بنگلہ دیش بن گیا ۱۲۔ متفقہ آئین بنایا ۱۳۔ ایٹمی دھماکہ ۱۴۔ ضیاء الحق ۱۵۔ فضائی حادثے میں ہلاک ہو گئے ۱۶۔ گرفتار ہو گئے ۱۷۔ بھارت سے بہتر تعلقات کی یکطرفہ خواہش ۱۸۔ زبردست آمر ۱۹۔ ڈاکٹر اسرار احمد ۲۰۔ بھارتی حکام ۲۰۔ پرتھوی میزائل۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

تاریخ وفات: 15 مارچ 1948ء

عبدالرشید عراقی

۞ شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری" کو رحلت فرمائے ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن ان کی یاد ابھی تک لوگوں کے دلوں میں موجود ہے۔ آپ برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین' بلند مرتبہ مفسر قرآن' قادرالکلام خطیب و مقرر' مصنف' محدث' عربی' فارسی اور اردو کے مایہ ناز ادیب' متکلم اور معلم' صحافی اور دانشور نقاد اور مبصر اور فن مناظرہ کے امام تھے۔

جب ہم تاریخ دیوبند پر نظر ڈالتے ہیں تو فوراً ہمارے سامنے مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری' مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہم کی تصویریں سامنے آ جاتی ہیں یا دوسرے الفاظ میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری یا مولانا حسین احمد مدنی یا مولانا شبیر احمد عثمانی کا نام لیا جاتا ہے تو تاریخ دیوبند دارالعلوم دیوبند کا ایک عظیم تصور ذہن میں آ جاتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی کا ذکر کیا جاتا ہے تو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی پوری تاریخ سامنے آ جاتی ہے۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ اور ندوۃ المصنفین دہلی کے بارے میں جب اظہار کیا جاتا ہے تو مولانا سید سلیمان ندوی' مولانا عبدالسلام ندوی اور مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی و مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی مساعی اور خدمات جلیلہ کا خاکہ نظروں میں آ جاتا ہے۔ مجلس خلافت کا تذکرہ کیا جائے تو مولانا محمد علی جوہر کی تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ مجلس احرار پنجاب کی تاریخ بیان کی جائے تو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری' مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور آغا شورش کاشمیری کی خدمات اور کارناموں کی تفصیل ذہنوں میں مرتسم ہو جاتی ہے۔ جماعت اسلامی کی تاریخ بیان کی جائے تو مولانا سید مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی کی تصاویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہیں۔ علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کا نام لیا جائے تو خاکساری تحریک کی تاریخ کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔ جمعیۃ العلماء ہند کا تذکرہ کیا جائے تو مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی' مولانا احمد سعید دہلوی' مولانا عبدالباری فرنگی محلی وغیرہم کے کارنامے سامنے آ جاتے ہیں۔ جامعہ ملیہ کا ذکر کیا جائے تو مولانا محمد علی جوہر' حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری کی مساعی جلیلہ ذہنوں میں نقش ہو جاتی ہے۔ جب شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کا نام لیا جاتا ہے تو دارالعلوم ندوۃ العلماء' جمعیۃ العلماء ہند اور آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا ایک عظیم و بسیط نقشہ اور جماعت اہلحدیث سے وابستہ اکابرین (مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی' مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی' مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی' مولانا حافظ عبداللہ روپڑی' مولانا سید محمد داؤد غزنوی' مولانا محمد اسمٰعیل سلفی' مولانا محمد حنیف ندوی' مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی طویل تاریخ اور ان حضرات کی علمی و دینی' ملی و مسلکی خدمات کا اُمڈتا ہوا سیلاب ذہنی تصور میں آ جاتا ہے۔

تاریخ اہلحدیث کا ایک معتدبہ حصہ شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ کی ملی و علمی و دینی خدمات کا مرہون منت ہے۔ آپ کی خدمات جلیلہ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ دین اسلام کا دفاع' مسلک اہلحدیث کی تائید و حمایت اور ادیان باطلہ (عیسائیت' آریت' قادیانیت) کی تردید و توبیخ میں آپ کے کارنامے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ اپنے دور کے کامیاب مصلح' قادرالکلام مناظر' بلند پایہ مبلغ و خطیب اور نامور دینی و سیاسی رہنما تھے۔ آپ نے زبان و قلم سے دین اسلام کی وہ بیش بہا خدمات انجام دیں جو ایک عظیم الشان ادارہ بھی نہیں دے سکتا۔ آپ کی شخصیت جامع الکمال تھی۔ دفاع دین اسلام میں آپ کی خدمات جلیلہ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا سید سلیمان ندوی جو اپنے دور کے عظیم مؤرخ' محقق اور جید عالم دین تھے۔ مولانا امرتسری کے بارے میں کہتے ہیں کہ

"مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے۔ فن مناظرہ کے امام تھے۔ خوش بیان مقرر تھے۔ متعدد تصانیف کے مصنف تھے ــــ اسلام اور پیغمبر کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کر دی۔ فجزاء الله عن الاسلام خیر الجزاء

مرحوم اسلام کے بڑے مجاہد سپاہی تھے۔ زبان اور قلم سے اسلام پر جس نے بھی حملہ کیا۔ اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ وہی ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اس غازی اسلام کو شہادت کے درجات و مراتب عطا کرے۔ (یادرفتگان)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ جون 1868ء بمطابق 1287ھ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ 14 سال کی عمر میں اپنی تعلیم کا آغاز مولانا احمد اللہ امرتسری کے مدرسہ تائید الاسلام سے کیا۔ اس کے بعد آپ وزیر آباد تشریف لائے اور استاد پنجاب شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے علوم اسلامیہ کی تحصیل کی۔ وزیر آباد میں تکمیل تعلیم کے بعد دیوبند کا رخ کیا اور شیخ الہند اسیر مالٹا مولانا محمود الحسن سے علوم معقول و منقول میں اکتساب فیض کیا۔ دیوبند سے فراغت کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی سند اجازت حاصل کی۔ دہلی سے فارغ ہوئے تو کانپور کا رخ کیا۔ کانپور میں مولانا احمد حسن سے استفادہ کیا۔ 1893ء بمطابق 1310ھ علوم اسلامیہ سے فراغت پائی۔ اسی سال مولانا شبلی نعمانی نے کانپور میں ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی۔ مولانا شبلی نعمانی نے ندوۃ العلماء کے قیام کے سلسلہ میں جن علمائے کرام کو دعوت دی تھی ان میں مولانا امرتسری بھی شامل تھے اور شریک اجلاس علماء میں عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔

فراغت تعلیم کے بعد امرتسر تشریف لائے اور مدرسہ تائید الاسلام جس میں آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا تھا۔ تدریس پر مامور ہوئے۔ کچھ مدت بعد آپ تائید الاسلام سے مستعفی ہو کر بحیثیت صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے۔ اس مدرسہ میں بھی آپ نے کچھ مدت تدریسی خدمات انجام دیں۔ جس دور میں آپ نے علوم اسلامیہ سے فراغت پائی تھی اس وقت برصغیر میں تین گروہ مسلمانوں اور ان کے دین اسلام کے خلاف سرگرم عمل تھے۔ (1) عیسائی (2) آریہ (3) قادیانی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے خدمت و اشاعت دین اسلام کا کام لینا تھا اور آپ کو زمانہ حال کا بہترین مبلغ اور مناظر بنا کر اسٹیج پر کھڑا کرنا تھا۔ اس لئے آپ مدرسہ اسلامیہ یا مالیر کوٹلہ سے استعفیٰ دیا اور واپس امرتسر آ کر تصنیف و تالیف' وعظ و تبلیغ اور بحث و مناظرہ میں مشغول ہو گئے اور یہ واقعہ 1900ء کے لگ بھگ کا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر 32 سال کی تھی۔ 1902ء میں آپ نے

پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا۔

مولانا امرتسری نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ ادیان باطلہ کی تردید میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ عیسائیوں، آریہ سماج اور قادیانی گروہ کا استیصال کیا۔ ان تینوں گروہوں کی طرف سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی مخالفت میں جو کتابیں شائع ہوئیں ان کا مدلل و مسکت جواب دیا۔

کسی دانا کا قول ہے کہ "اخبارات قوم کی آواز ہوتے ہیں"

اور ایک دوسرے دانشور کا قول ہے کہ:

اچھے جرائد مذہب، قوم اور ملک کی ترجمانی کرتے ہیں۔"

چنانچہ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے دین اسلام کی خدمت اور دفاع کے لئے تین جرائد جاری کئے:

(1) ماہنامہ مسلمان امرتسر بعد میں ہفتہ وار

(2) ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر

(3) ماہنامہ مرقع قادیانی امرتسر

ماہنامہ مسلمان اور مرقع قادیانی زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکے۔ لیکن ہفت روزہ اہلحدیث **44** سال تک جاری رہا اور دین اسلام کی خدمت کرتا رہا۔ یہ اخبار **13** نومبر **1903**ء کو جاری ہوا اور اس کا آخری شمارہ **7** اگست **1947**ء کو شائع ہوا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد **188** ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

تفاسیر قرآن مجید **8**، تردید عیسائیت **9**، تردید آریہ سماج **50**، تردید قادیانیت **41**، مقلدین احناف **22**، تائید وحمایت اہلحدیث **7**، تنقیدی کتب **23**، عامۃ المسلمین اور اسلامی کتب **11**، علمی و ادبی تصانیف **17**۔

قادیانی فتنہ کے خلاف آپ کی خدمات کا اعتراف برصغیر کے تمام علمائے کرام نے کیا ہے۔ قادیانی نبی کو آپ نے اتنا زچ کیا کہ اس نے تنگ آ کر ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا "مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ" اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے دعا کی تھی کہ سچے کی زندگی میں جھوٹا کسی مہلک بیماری سے ہلاک ہوجائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مرزا کی دعا قبول کی اور اس اشتہار کے شائع ہونے کے ایک سال ایک ماہ اور بارہ دن بعد بتاریخ **26** مئی **1908**ء کو لاہور میں اپنے میزبان کے بیت الخلاء میں دم توڑ گئے۔ مولانا امرتسریؒ نے مرزا کی موت پر فرمایا۔

کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا
نامرادی میں ہوا اس کا آنا جانا

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ نے مرزا قادیانی کی موت کے چالیس سال بعد بتاریخ **15** مارچ **1948**ء کو سرگودھا میں رحلت فرمائی۔ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری نے آپ کے انتقال پر لکھا تھا:

"اگر پورے دنیائے اسلام کے اکابر علماء کسی ایک مجلس میں جمع ہوں اور بیک وقت عیسائیوں، آریوں، سناتن، دہریوں، ملحدوں، نیچریوں، قادیانیوں، شیعوں، منکرین حدیث، چکڑالویوں، بریلویوں، دیوبندیوں، ست دھرموں سے غرض ہر فرقے سے ایک ایک گھنٹہ مسلسل نو گھنٹے بحث و مذاکرہ کی نوبت آئے تو عالم اسلام کی طرف سے کون کونسی ہستیاں ہوں گی مجھے معلوم نہیں لیکن پاکستان، ہندوستان، برما اور لنکا، جزیرہ جاوا اور ساٹرا کی طرف سے صرف ایک ہستی پیش ہو سکتی ہے اور وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ کی تھی۔ آج ان کی رحلت کے بعد ہندوستان و پاکستان کی یہ سربلندی شاید باقی نہیں رہی۔ ان کے جاتے ہی بازار علمی کی یہ صدا نشینی بھی شاید اب ختم ہوگئی۔

امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ

"اگر رات کو کوئی نیا فرقہ اسلام کے خلاف پیدا ہو جائے تو دن کو مولانا ثناء اللہ امرتسری اس کا جواب دے سکتے ہیں۔"

مولانا ظفر علی خان نے آپ کے انتقال پر اپنے اخبار زمیندار میں لکھا تھا کہ:

"مولانا ثناء اللہ امرتسری کے انتقال سے حاضر جوابی کا دور ختم ہوگیا ہے۔"

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سب گھرانوں سے معزز ہے گھرانہ اُن کا

سید امین گیلانی

ہو گیا دل میں مرے جب سے ٹھکانہ اُن کا ۔۔۔ مرے ہونٹوں پہ ہے ہر وقت ترانہ اُن کا
وہ گئے کعبے سے اقصیٰ تو وہاں سے تا عرش ۔۔۔ آؤ میں تم کو سناتا ہوں فسانہ اُن کا
وہ سواری بھی نرالی تھی، نرالے تھے سوار ۔۔۔ دوش پہ اپنے نواسوں کا بٹھانا اُن کا
ان کی چشمیں پہ قربان ہیں جنہوں نے دیکھا ۔۔۔ اپنے چشمیں کو سرمے سے سجانا اُن کا
مسکرا کر کبھی ملنا وہ بڑے بوڑھوں سے ۔۔۔ ننھے بچوں سے کبھی ہاتھ ملانا اُن کا
حسن اخلاق سے کرتے تھے دلوں کو وہ شکار ۔۔۔ کبھی چوکا ہی نہ تھا اُن سے نشانہ اُن کا
مہ کامل بھی جسے دیکھ کے ہوتا تھا نثار ۔۔۔ رُخ پر نور کچھ ایسا تھا سہانا اُن کا
اُنکے اصحابؓ ہیں کل نبیوں کے اصحاب سے خوب ۔۔۔ سب گھرانوں سے معزز ہے گھرانہ اُن کا
ہر زمانے میں زمانہ یہ گواہی دے گا ۔۔۔ ہر زمانے سے مبارک ہے زمانہ اُن کا
ملک و جن و بشر وجد میں آئے سن کر ۔۔۔ ایک اعجاز تھا قرآن سنانا اُن کا
قابل دید تھا، کعبے میں تھے جتنے بھی صنم ۔۔۔ جوش توحید میں توڑنا ڈھانا اُن کا
دین ہے اُن کا ادب اُن کی محبت ایمان ۔۔۔ یہ محبت یہ ادب، بھول نہ جانا اُن کا
کتنے بیتاب تھے وہ بخشش اُمت کے لئے ۔۔۔ جاگ کے راتوں کو وہ اشک بہانا اُن کا

اُن کے آنے سے امیں کھل اٹھی ساری دُنیا
ساری دُنیا کو مبارک ہوا آنا اُن کا

آوازِ دوست

'ندائے خلافت'' کو بذریعہ ای میل موصول ہوا تھا۔ مضمون نگار کا نام درج نہ تھا۔

کچھ دنوں سے میں ڈپریشن کا شکار تھی۔ اور عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ ڈپریشن کی وجہ یہ ہے کہ ہم اخبار پڑھتے ہیں' لیکن صرف اخبار پڑھنا ہی ڈپریشن کی وجہ نہیں ہوا کرتی اس کے لئے وہ ذہن سوچ' زاویہ نگاہ اور تناظر بہت اہم ہوتا ہے جس سے آپ گردوپیش واقع ہونے والے حادثات کو دیکھتے ہیں اور اسے میری خوش قسمتی کہئے یا کیا کہ میں ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں جہاں مسلم قوم کی زبوں حالی کو محض سیاسی' معاشرتی اور زمینی حقائق کی روشنی میں نہیں بلکہ آفاقی حقائق کی آنکھ سے جانچا جاتا ہے اور یہ حقائق اس قدر تلخ ہیں کہ میرا سکون برباد ہو گیا۔ میرا حال یہ تھا کہ جب میں سونے کے لئے لیٹتی تو میرے اندر کا انسان مجھے سونے نہیں دیتا' میری بھوک مر گئی' اندر آگ سی لگتی رہتی جسے بجھانے کے لئے جب پانی پینے لگتی تو گلاس ہاتھ ہی میں رہ جاتا۔ اندر سے کوئی پکار پکار کر کہتا کچھ ہونے والا ہے۔ کچھ ہونے والا ہے۔ مگر کیا؟ یہی سمجھ نہیں آتا۔ کیونکہ پرنٹ میڈیا مجھے کچھ اور دکھاتا ہے' الیکٹرک میڈیا کچھ اور' میرا دل کچھ اور کہتا ہے اور باہر کی دنیا مجھے کچھ اور ہی بتاتی ہے' ادھر میں سخت پریشان کہ کس چیز پر یقین کروں۔ فلسطین میں اسرائیلیوں کی بکتر بند گاڑیوں کو دیکھوں یا لبرٹی اور گلبرگ کی چمکتی سڑکوں پر دمکتی سوک' کرولا اور مرسڈیز' کشمیر میں ٹارچر سیلوں میں بندا لٹے لٹکتے ہوئے مجاہد دیکھوں یا پی سی' آواری اور مکڈونلڈز میں بیٹھے قہقے لگاتے خوبصورت نوجوان۔ افغانستان کی چٹانوں میں گمنامی کی زندگی بسر کرنے والے طالبان دیکھوں یا جدید ترین فرنیچر سے آراستہ پیراستہ آفس میں بیٹھے ہوئے نام نہاد مسلمان اربابِ اقتدار؟ کنٹینروں میں ابلتے ہوئے مجاہدین اور کیوبا کی جیلوں کے اسیروں کی چیخیں سنوں یا ابرار الحق' فریحہ پرویز اور حدیقہ کیانی کے خوبصورت گانے؟ میرے اللہ! اگر مسلمانوں کو ان کے کئے کی سزا مل رہی ہے تو پاکستانی معاشرے میں کون سی برائی نہیں ہے۔ پھر یہ سب کیا ہے؟ میں کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکی' پھر میں نے ایک آواز سنی' کوئی کہہ رہا تھا' تم کس بھول میں ہو' زمانہ قیامت کی چال تو چل ہی چکا ہے' کل کسے معلوم تھا کہ وہ کچھ ہو جائے گا جو آج سامنے ہے۔ واقعات اور حادثات کسی کے منتظر نہیں ہوتے۔ انہیں تو بس وقوع پذیر ہونا ہوتا ہے۔ سو ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ مالکِ کائنات جس کے حکم کے بغیر پتا تک نہیں ہلتا وہ تو کسی زمینی واقعات کے تسلسل اور نتیجے کا پابند نہیں ہے تو تم کیا چیز ہو۔ یہ مسلمانوں کے آپس کے اختلافات' ان کی بصارت سے محروم آنکھیں' روح سے تہی دست وجود' انجام سے بے خبر اذہان اور دوسروں کی بات کیوں کرو! خود پر نگاہ ڈالو! تمہارے اندر کی کشمکش' اذیت اور تمہارے شب و روز تم جانتی ہو' انجام قریب ہے' پھر بھی اپنا آپ بدلتی نہیں ہو' جانتی ہو سزا منتظر ہے' جو وہاں ہو رہا ہے یہاں بھی ہونے والا ہے۔ پھر دنیا کی قیامت تو شاید کچھ دور ہو تمہاری قیامت کا تو پل بھر کا نہیں پتا۔ مگر پھر بھی تمہارے دن رات قرآن کے ساتھ نہیں گزرتے' تم وقت کو غنیمت جان کر چند ندامت کے اشک' عرق انفعال کے چند قطرے نہیں بہا لیتی' جانتے بوجھتے احکامات خداوندی کو پاؤں تلے روندنا تمہارا شیوہ بن چکا ہے تمہارے سامنے بہن بھائی' بچے' یا چلو' یوں کہہ لو تمہاری رعیت بگڑتی جا رہی ہے اور تم بااختیار ہوتے ہوئے بھی انہیں سدھارنے کی طرف توجہ نہیں دیتی تاکہ اور کچھ نہیں تو انہی کی تربیت کر کے کچھ زادِ راہ سمیٹ لو کہ سفر بہت کٹھن اور طویل ہے۔ تم زیادہ سے زیادہ وقت ٹی وی اور انٹرنیٹ کے سامنے یا کچن میں کھانے پکانے یا پھر پارٹیاں اٹینڈ کرنے میں گزارنا پسند کرتی ہو تاکہ روح کی چیخیں نہ سن سکو' لیکن تم کچھ بھی کر لو تمہاری تنہائی کے چند لمحے بھی اس طرح سلگ اٹھیں گے کہ تمہارا پورا وجود خاکستر کر دیں گے۔ اور مسلمہ صاحبہ! جان لو اس وقت تمہارے لئے یہی عذابِ الٰہی ہے' یہی تمہاری سزا ہے کیونکہ تم نے اب تک حقیقت کو تہ دل سے تسلیم ہی نہیں کیا' تمہارا نفس یہ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ تم سب پر وہی تباہی آنے والی ہے جو عراق' فلسطین اور افغانستان میں آ چکی ہے' تمہارا نفس ان رنگینیوں میں کھونا چاہتا ہے جو دنیا دکھاتی ہے رنگ برنگ ملبوسات' نت نئے فیشن' محل نما گھر' شاندار گاڑیاں اور رنگ و نور کی برسات میں ڈوبی ہوئی محفلیں' اس سارے شور و ہنگامے میں تمہاری روح جب آہ و فغاں کی کچھ صدائیں بلند کرتی ہے۔ اپنے وجود کا احساس دلاتا اور حقیقت کا ادراک کرانا چاہتی ہے تو تم سے برداشت نہیں ہوتا اسے تم ڈپریشن اور ٹینشن کا نام دے دیتی ہو' مگر اچھی طرح جان لو' تم اسی کیفیت میں رہو گی۔ جب تک اپنا آپ بدل نہیں لیتی زندگی تھوڑی سی ہے اور اگر تم اس مہلت عمر کو سکون سے گزارنا چاہتی ہو تو اپنی زندگی سے دوغلے پن کو نکال دو' حقیقت اگرچہ تلخ ہے مگر اسی کو قبول کرنا ہو گا۔ نہیں کرو گی تو وہی ہوتا رہے گا جو آج ہو رہا ہے۔ ایک راستے پر چلو دوسرے کو چھوڑ دو' دنیا اور آخرت میں سے ایک کشتی کو چن لو اور یاد رکھو! تمہارا انتخاب آخرت ہونی چاہئے۔ عقلمندی کا دعویٰ ہے تو اس بیڑے پر توجہ مرکوز کر دو جسے پار لگنا ہے دوسری کشتی کو ڈوب جانے دو کہ اسے تو ڈوبنا ہی ہے۔ قرآن کو نشے کی طرح اپنے رگ و پے میں دوڑا دو' کاروانِ زندگی کی اس قیمتی متاع کو جانے نہ دو۔ اپنے دل میں احساسِ زیاں اور پاسِ نعمت دونوں کو موجود رکھو' اپنے آپ کو اللہ کی نعمت کا مستحق بنا لو تاکہ وہ تمہیں گھیر لے اور تم عذابِ الٰہی سے بچ جاؤ میں اس آواز کو خوب اچھی طرح جانتی ہوں یہ وہی آواز ہے' مولانا روم کہتے ہیں

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

یہ آوازِ دوست ہے' اس نے بارہا میری رہنمائی کی ہے' میں اس آواز کی احسان مند ہوں مجھے اس آواز پر لبیک کہنا ہے۔

ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ کی زیرِ ادارت گزشتہ 20 سال سے مسلسل شائع ہونے والا

ماہنامہ ''کوثر'' لاہور

جس میں نہ صرف طالب علموں بلکہ ہر عمر کے افراد کیلئے دینی' سائنسی' تاریخی اور معلوماتی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

ضخامت: 64 صفحات' قیمت فی شمارہ: 10 روپے' سالانہ زرِ تعاون: 100 روپے

دی چلڈرن قرآن سوسائٹی' خواجہ آرکیڈ' 17 وحدت روڈ لاہور فون: 7598565

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

علاقہ میدان ضلع دیر میں دعوتی پروگرام

ضلع دیر کے تحصیل میدان تحریک نفاذ شریعت محمدی کے حوالہ سے ایک خصوصی اہمیت رکھتا ہے ماہ فروری کے 28,29 تاریخ کو ناظم دعوت حلقہ سرحد شمالی مولانا غلام اللہ خان حقانی' نقیب اسرہ تیمر گرہ شاکر اللہ اور راقم الحروف تحصیل میدان گئے پروگرام کا انعقاد ہمارے مبتدی رفیق غلام حمید صاحب نے کیا تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق نماز ظہر کے بعد ناظم دعوت نے موجودہ بین الاقوامی صورتِ حال پر قرآن و حدیث کی روشنی میں خطاب فرمایا۔45 منٹ کے اس خطاب کو تقریباً70 تا80 سامعین نے دلجمعی سے سنا۔نماز عصر کے وقت قافلہ تنظیم میدان کے گاؤں بشگرام پہنچے جہاں عبدالوہاب صاحب جو کہ احباب میں سے ہیں منتظر تھے۔آپ نے بشگرام کی جامع مسجد میں ناظم دعوت کے خطاب کا پروگرام بنایا تھا۔ناظم دعوت نے ابلیس و آدم کے قصے کو بنیاد بنا کر حق و باطل کے درمیان جاری کشمکش کا دلنشین پیرائے میں ذکر کیا۔آپ نے کہا' اب یہ معرکہ خیر و شر آخری مرحلے میں ہے۔ایک طرف ابلیس لعین کے حواری یہود و ہنود ہیں اور دوسری طرف اللہ کے نمائندگی کرنے والے اہل ایمان ہیں۔لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم حقیقی ایمان کے حصول کے لئے قرآن کی طرف رجوع کریں۔ نیز اس امر کی بھی شدید ضرورت ہے کہ ہم دین اسلام کو جدید اصطلاحات اور دور حاضر کی ذہنی و علمی سطح کے عین مطابق پیش کر کے ان لوگوں کے لئے پلیٹ فارم فراہم کریں جو 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں۔اس خطاب میں 35 افراد نے شرکت کی۔بعد ازاں سوال و جواب کا سیشن ہوا۔مغرب کے بعد مولانا حقانی کا خطاب گاؤں ملکانہ میں رکھا گیا تھا۔ آپ نے سورۃ العصر کی روشنی میں انسان کے نجات اور فلاح کا واحد قرآنی حل پیش کیا۔آپ نے فرمایا کہ دنیوی اور اخروی کامیابی بغیر ایمان' عمل صالح' تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کے ناممکنات میں سے ہے۔اس پروگرام میں 25 افراد شریک رہے۔نماز فجر کے بعد درس قرآن میں سورۃ الرحمٰن کے ابتدائی 4 آیات پر بات کرتے ہوئے حقانی صاحب نے کہا کہ قرآن حضور اکرم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔اس کی تاریخی گواہی اور سند انتہائی محکم اور قوی ہے اسی بناء پر یورپ کے ذہین و فطین عناصر نے جب قرآنِ عظیم کے اس عظمت کا احساس کیا تو ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کیا لہٰذا قرآن جس صداقت کا علمبردار ہے دنیا کو اسے بالآخر تسلیم کرنا پڑے گا۔ ع

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو   انکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ را او بہاست   یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

اسرہ بہاولپور کا ماہانہ تنظیمی اجتماع

مورخہ 29 فروری کو بعد نماز ظہر پروگرام کا آغاز ہوا جس میں امیر حلقہ جناب منیر احمد صاحب نے سورہ الکہف کے پہلے رکوع کی روشنی میں اس دجالی فتنوں کے دور میں رفقاء کی رہنمائی کی کہ کس طرح دین اسلام پر عمل کیا جائے اور اسلام کو بالفعل نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔امیر حلقہ نے تذکیر بالقرآن سے ایمان کو تازہ کرادیا۔

درس قرآن تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا اور اس کے بعد ساتھیوں کی تواضع کی گئی۔اس کے بعد رفقاء کو پروگرام کے بعد تقریباً5 بجے اجازت دے دی گئی اور پروگرام ختم ہوا۔سب رفقاء خوشی خوشی گھروں کو لوٹے۔

آئندہ یہ پروگرام 28 مارچ کو طے پایا۔   (رپورٹ: محمد ظفر اقبال)

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی گوجر خان نے 28 فروری بروز ہفتہ بعد نماز مغرب جامع مسجد العابد میں ایک دعوتی پروگرام تشکیل دیا۔موضوع ''دینی فرائض کا جامع تصور'' اور مقرر ''خالد محمود عباسی'' ناظم حلقہ پنجاب شمالی تھے۔پروگرام کی تشہیر کے لئے ہینڈ بلز اور بینر کا استعمال کیا گیا۔نیز رفقاء نے انفرادی ملاقاتیں بھی کیں۔

پروگرام کا آغاز قاری عبدالقادر صاحب نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ جناب محمود حسن صاحب نے نعت شریف پیش کی۔خالد محمود عباسی صاحب نے پہلے اپنے گزشتہ خطاب ''دین اور مذہب میں فرق'' کے حوالے سے بات کی۔پھر ایمانِ حقیقی اور ایمان قانونی کا فرق بیان کیا۔آپ نے یہ بات واضح کی کہ نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اسلام کے ستون کی مانند ہیں اور پھر ان ستونوں پر عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ایک بندہ مسلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود اللہ کا بندہ بنتے ہوئے اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جائے اور اطاعت اور تقویٰ والی زندگی گزارتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کی غلامی میں دے ڈالے۔اور دوسرے لوگوں پر اتمام حجت کرے تاکہ وہ کل قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی نہ دے سکیں۔ دین کی عمارت اس وقت اس مکمل ہوگی جب اس کو سیاسی' معاشی اور معاشرتی سطح پر (مسلسل سطح) پر قائم کیا جائے۔

دین کو قائم کرنے کے لئے ایک منظم جماعت ضروری ہے اور جماعت بھی وہ جو بیعت مسنونہ کی بنیاد پر قائم ہو' جو جہاد فی سبیل اللہ کا عزم رکھتی ہو۔

پروگرام میں تقریباً120 رفقاء و احباب شامل ہوئے نماز عشاء کے بعد مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔کھانے کے بعد رفقاء دوبارہ مسجد کے ہال میں آ گئے اور رات مسجد میں ہی گزاری۔اس دوران کچھ تربیتی پروگرام بھی ہوئے۔سب سے پہلے محمود حسن صاحب نے درس حدیث دیا اور وقت کو سرمایہ قرار دیا کہ اس محدود وقت میں کئے گئے اعمال صالحہ ہی آخرت میں کامیابی کا باعث بنیں گے۔اس کے بعد جناب ساجد حسین صاحب نے انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر گفتگو کی اور مرض نفاق سے بچاؤ کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کو ضروری قرار دیا۔آخر میں جناب قاضی عبدالرشید صاحب نے داعی الی اللہ کے موضوع پر ایک مختلف انداز سے گفتگو کی۔رات گیارہ بجے یہ نشست اپنے اختتام کو پہنچی۔اور رفقاء نے سونے کی تیاری شروع کردی۔

صبح تقریباً ساڑھے چار بجے رفقاء نے نماز تہجد کے لئے جاگنا شروع کردیا۔نماز فجر کے بعد جناب مشتاق حسین صاحب نے سورہ فجر کی آخری آیات کا درس دیا۔آپ نے قرآنی آیات کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی ضرورت پر زور دیا اور اعمال بد سے بچنے کی تلقین کی۔ آپ کا درس تقریباً آدھ گھنٹہ جاری رہا۔اس تمام پروگرام میں سٹیج سیکرٹری کا کردار جناب فاروق حسین صاحب نے ادا کیا۔ناشتہ کرنے کے بعد تمام رفقاء تقریباً آٹھ بجے تک اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

(رپورٹ: ندیم مجید)

حلقہ بہاولنگر کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجتماع

مسجد جامع القرآن گلشن حشمت ہارون آباد میں مورخہ 7 مارچ بروز اتوار منعقد ہوا۔معاون ناظم دعوت تنظیم اسلامی جناب محمد اشرف وصی صاحب اس پروگرام کے لئے لاہور سے تشریف لائے۔ حلقہ بہاولنگر کے مختلف شہروں سے تقریباً50 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ اجتماع 11:30 سے نماز عصر تک جاری رہا اس دفعہ موضوع تھا ''نبیؐ اکرم سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔حافظ غلام مصطفیٰ صاحب نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔پھر جناب عبدالقدیر صاحب نے ''نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' پر افتتاحی خطاب کی انہوں نے نہایت جوش و جذبے اور دلی درد کے ساتھ نبیؐ اکرم سے ہمارے تعلق اور جو تعلق قرآن چاہتا ہے موازنہ کیا۔اشرف وصی صاحب نے آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور مستقبل میں اچھا مقرر بننے کی پیشین گوئی کی۔اس کے بعد اشرف وصی صاحب نے حسب سابق موضوع کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور آٹھ سینئر رفقاء کو ایک ایک مقرر تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی۔نماز ظہر کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔جس کے بعد تیاری کرنے والے مندرجہ ذیل رفقاء نے خطاب کئے۔محمد ارشد صاحب اور محمد آصف صاحب نے نبی اکرمؐ سے تعلق کی پہلی بنیاد یعنی ایمان پر گفتگو کی۔فاروق افضل صاحب اور حافظ غلام مصطفیٰ صاحب نے تعلق کی دوسری بنیاد یعنی توقیر و تعظیم پر بیان کیا اور واضح کیا کہ حقیقی ایمان کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ نبیؐ اکرم کی توقیر و تعظیم کی جائے اور ایمان اور توقیر و تعظیم کے دو لازمی اجزاء ہیں۔آپ کی اطاعت اور آپؐ سے محبت جس کا نتیجہ آپ کی اتباع کی صورت میں ظاہر ہوتا

ہے۔ نبی اکرمؐ سے تعلق کی تیسری بنیاد پر محمد عظیم صاحب اور عابد سرور صاحب نے بھی خطاب کیا۔
اس کے بعد محمد بوٹا صاحب اور امتیاز احمد صاحب نے تعلق کی چوتھی بنیاد اتباع قرآن مجید پر روشنی ڈالی۔ پھر اس کے بعد اشرف وصی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں ان چاروں بنیادوں کے مابین تعلق کو سوالات کی روشنی میں نہایت جامع اور موثر انداز میں واضح کیا۔ جو باتیں مقررین نے احاطہ خطاب میں نہ آ سکیں آپ نے ان کو نہایت سلیقے کے ساتھ لوگوں کے سامنے رکھا اور واضح کیا کہ نبی اکرمؐ سے تعلق کی بنیادیں دریافت کرنے کے لئے قرآن کیوں پڑھایا گیا' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ علق کی سیڑھی نبی اکرمؐ کی ذات اقدس ہے اس لئے آپؐ کے ساتھ تعلق کی جن بنیادوں کی طرف قرآن مجید ہماری رہنمائی کرتا ہے ان کو پورا کرنا لازمی ہے۔ پھر آپ نے امیر حلقہ بہاولنگر جناب محمد منیر احمد صاحب کو دعوت دی۔ انہوں نے تنظیمی امور کے متعلق گفتگو کی اور مبتدی تربیت گاہ کی اہمیت کو واضح کیا اور جو سینئر مبتدی رفقاء ہیں اور سالہا سال سے مبتدی ہی ہیں ان کے متعلق تشویش کا اظہار کیا۔ آخر میں ایک 72 سالہ بزرگ جو حال ہی میں تنظیم سے متعارف ہوئے ہیں' منیر احمد صاحب نے ان سے تعارف کروانے کے لئے کہا۔ ان کا نام نذر محمد ہے۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں 1957ء میں جیل ہوگئی اور وہیں کسی سے قرآن پڑھنا سیکھا پھر قرآن کا ترجمہ سیکھنے کی طلب ہوئی لیکن وہاں کوئی نہ ملا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو ایک عالم دین صاحب کسی کیس میں جیل میں ان کے ساتھی بن گئے تو ان سے قرآن کا ترجمہ اور صرف ونحو سیکھا۔ جب ان کی رہائی ہوئی تو وہ قرآن کی تعلیم دوسروں تک پہنچانے کے لئے ادھر ادھر جہاں بھی موقع ملتا لوگوں کو بتانے کی کوشش کرتے پھر کسی نے انہیں منیر احمد صاحب کا بتایا کہ وہ بھی یہی کام کرتے ہیں تو وہ ان سے ملے اور آج اس اجتماع میں بھی آئے۔ پھر انہوں نے قرآن مجید کے حوالے سے قیامت کا ایسا نقشہ کھینچا کہ حاضرین کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ نذر محمد صاحب کے اس جذباتی تعارف کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔ آئندہ پروگرام ماہ اپریل کے پہلے اتوار کو ہوگا موضوع ہے فرائض دینی کا جامع تصور۔ (مرتب: سجاد سرور)

دوروزہ پروگرام

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کی مقامی شوریٰ نے 5 فروری کو اپنے اجلاس میں 21 اور 22 فروری کو ہری پور میں دوروزہ پروگرام منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ راقم کو پروگرام کا ناظم مقرر کیا گیا۔ جبکہ ناظم تربیت کی ذمہ داری عبدالرحمٰن رفیع صاحب کو سونپی گئی۔ ہری پور میں پروگرام کے لئے مرکزی جامع مسجد کا انتخاب کیا گیا۔ محمد سلطان صاحب نے خطیب صاحب سے پروگرام منعقد کرنے کی اجازت پیشگی حاصل کرلی۔

پروگرام کے مطابق 5 رفقاء ہفتے کی صبح 10:20 پر ہری پور کے لئے روانہ ہوئے۔ مرکزی جامع مسجد کے خطیب صاحب نے رفقاء کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ سب سے پہلے ساتھیوں نے تحیۃ المسجد کے نوافل ادا کئے۔ امیر تنظیم اسلامی ایبٹ آباد ذوالفقار علی صاحب نے مسجد کے آداب بیان کئے۔ درس قرآن کی دعوت کے لئے طریقہ کار طے کیا گیا اور رفقاء گشت کے لئے روانہ ہوئے۔ بازار میں دعوت دی گئی۔ اسی دوران عبدالرحمٰن صاحب بھی آ گئے۔ عبدالرحمٰن صاحب نے سورۃ الانفال کی آیات 24 تا 28 کے حوالے سے بھرپور انداز میں گفتگو کی۔ درس کے بعد انہوں نے تربیت گاہ کے آداب بیان کئے۔ اس کے بعد ندیم صاحب نے کھانے کے آداب بتائے۔ طعام و آرام کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ نماز عصر کے بعد محمد سلطان صاحب نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد فرائض دینی میں سے پہلے فریضے پر مذاکرہ ہوا۔ ذوالفقار علی صاحب نے مولانا مودودی صاحب کی کتاب ''تحریک اور کارکن'' میں سے ''کارکنوں کے اجتماعی اوصاف'' کا مطالعہ کرایا۔ بعد میں اس پر مذاکرہ بھی ہوا۔ اسی دوران ہری پور کے رفیق آصف صاحب بھی پروگرام میں شامل ہو گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد حافظ ہارون قریشی صاحب نے سورۃ الحج کی آخری دو آیات کے حوالے سے درس دیا۔ اس کے بعد قرآن مجید کے حقوق کا مطالعہ کیا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد راقم نے آیۂ بر کے حوالے سے درس دیا۔ طعام کے بعد راقم نے سونے کے آداب بیان کئے۔ آرام کے بعد رفقاء صبح 4:30 بجے بیدار ہوئے۔ انفرادی نوافل' تلاوت' ذکر واذکار کے بعد نماز فجر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد محمد سلطان صاحب نے سورۃ الحجرات کی آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ 7 بجے مسنون دعاؤں کا مذاکرہ ہوا۔ اسی دوران ایبٹ آباد سے مزید دو رفقاء بھی پروگرام میں شریک ہو گئے۔ عبدالرحمٰن صاحب نے اشراق کی فضیلت بیان کی۔ اشراق کے نوافل ادا کرنے کے بعد ناشتہ کیا گیا۔ ذوالفقار علی صاحب اور محمد سلطان صاحب درس قرآن کے لیے کھلابٹ چلے گئے۔ جہاں محمد سلطان صاحب کے گھر پر درس قرآن ہوا قریباً 15 افراد شریک ہوئے۔ کچھ احباب سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ درس کی سعادت ذوالفقار علی صاحب نے حاصل کی۔ یہاں سوال وجواب کی نشست بھی ہوئی۔

مرکزی جامع مسجد میں ناشتے کے بعد محمد آصف صاحب نے آیۂ بر کے حوالے سے درس دیا۔ اس کے بعد نماز کا مذاکرہ ہوا۔ پھر راقم نے اجتماعیت کی اہمیت اور اساس نامی کتابچے کا مطالعہ کرایا۔ عظمت قرآن کے حوالے سے سردار محمد ثاقب صاحب نے گفتگو کی۔ عبدالجلیل صاحب نے دین و مذہب کا فرق بیان کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی تصنیف نبی اکرمﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں کا مطالعہ کیا گیا۔ واہ کینٹ سے محمد سلیم صدیقی صاحب بھی پروگرام کے آخری حصے میں شریک ہوئے۔ دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اور رفقاء ظہر کی نماز ادا کر کے واپسی کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی اس سعی و جدوجہد کو اپنے دربار میں قبول ومنظور فرمائے اور آئندہ بھی ہمیں زیادہ سے زیادہ اوقات اقامت دین کی جدوجہد کے لئے صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مرتب: اسد قیوم)

❀ ❀ ❀

ضرورت رشتہ

☆ دراز قد خوبروز بچی' تعلیم بی اے' عمر 23 سال کے لئے ارائیں برادری سے تعلق رکھنے والے دیندار' برسرروزگار نوجوان کا رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: سردار اعوان' قرآن اکیڈمی 36 کے ماڈل ٹاؤن لاہور

☆ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی' کراچی میں رہائش پذیر 21 سالہ لڑکی' تعلیم بی ایس سی (ہوم اکنامکس) پنجابی' امورخانہ داری کی ماہر' دینی تعلیم سے آراستہ' کے لئے تعلیم یافتہ پنجابی' برسرروزگار' دیندار نوجوان کا رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: محمد نوید' کراچی فون: 021-5848426

☆ ایک بیٹی عمر 22 سال' تعلیم بی اے اور دوسری بیٹی عمر 20 سال' تعلیم بی کام کے لئے برسرروزگار دینی مزاج کے حامل رشتے مطلوب ہیں۔
رابطہ: جاوید اقبال' لاہور فون: 5834850

دعائے مغفرت

☆ رفیق تنظیم اسلامی اور ''ندائے خلافت'' کے کالم نویس جناب عابداللہ جان کی والدہ محترمہ 9 مارچ کو پشاور میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی ونقیب اُسرہ ماڈل ٹاؤن نمبر 5' قاری محمد جاوید نواز کی ہمشیرہ صاحبہ بہ قضائے الٰہی انتقال کر گئی ہیں۔

ادارہ ''ندائے خلافت'' اللہ تعالیٰ کے ہاں مرحومین کی مغفرت اور لواحقین کے لئے صبر جمیل کے لئے دعاگو ہے۔

سیالکوٹ میں لائبریری کا قیام

سیالکوٹ میں ''انجمن خدام القرآن'' کے زیر اہتمام لائبریری کا قیام
پتہ: محلہ اسلام آباد' پرانی حویلی' سیالکوٹ
موبائل نمبر: 0300-9619584

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

The pragmatics, however, wonder if Lewis would live enough to see the Zionists, whom he served for so long, replace the arrogant American administrators, whom he pushed into digging America's grave in the Middle East.

Abid Ullah Jan's latest book, The End of Democracy, has just been released in Canada.

End Notes:

[1] In 1914 with Balfour Declaration and in 1948 through the establishment of Israel, British got rid of the Jewish problem of Europe forever. Jews were run out of every country in Europe for 1700 years. In 250 Jews were run out of Carthage; in 415 of Alexandria; in 554 of Diocese of Clement (France); in 561 of Diocese of Uzzes (France); in 612 of Visigoth Spain; in 642 of Visigoth Empire; in 855 of Italy; in 876 of Sens; in 1012 of Mayence; in 1181 of France; in 1290 of England; in 1306 of France; in 1348 of Switzerland; in 1349 of Hielbronn (Germany); in 1349 of Hungary; in 1388 of Strasbourg; in 1394 of Germany; in 1394 of France; 1422 of Austria; 1424 of Fribourg & Zurich; 1426 of Cologne; in 1432 of Savory; in 1438 of Mainz; in 1439 of Augsburg; in in 1446 of Bavaria; in. 1453 of Franconis; in 1453 of Breslau; in 1454 of Wurzburg; in 1485 of Vincenza (Italy); in 1492 of Spain; in 1495 of Lithuania; in 1497 of Portugal; in 1499 of Germany; in 1514 of Strasbourg; in 1519 of Regensburg; in 1540 of Naples; in 1542 of Bohemia; in 1550 of Genoa; in 1551 of Bavaria; in 1555 of Pesaro; in 1559 of Austria; in 1561 of Prague; in 1567 of Wurzburg; in 1569 of Papal States; in 1571 of Brandenburg; in 1582 of Netherlands; in 1593 of Brandenburg, Austria; in 1597 of Cremona, Pavia & Lodi; in 1614 of Frankfort; in 1615 of Worms51. 1619 of Kiev; in 1649 of Ukraine; in 1654 of LittleRussia; in 1656 of Lithuania; in 1669 of Oran (North Africa); in 1670 of Vienna; in 1712 of Sandomir; in 1727 of Russia; in 1738 of Wurtemburg; in 1740 of Little Russia; in 1744 of Bohemia; in 1744 of Livonia; in 1745 of Moravia; in 1753 of Kovad (Lithuania); in 1761 of Bordeaux; in 1772 Jews deported to the Pale of Settlement (Russia); in 1775 of Warsaw; in 1789 of Alace; in 1804 of Villages in Russia; in 1808 of Villages & Countrysides (Russia); in 1815 of Lubeck & Bremen; in 1815 of Franconia, Swabia & Bavaria; in 1820 of Bremes; in 1843 of Russian Border Austria & Prussia; in 1862 of Area in the U.S. under Grant's Jurisdiction; in 1866 of Galatz, Romania; in 1919 of Bavaria (foreign born Jews); and in 1938-45 of Nazi Controlled Areas. See: http://www.adlusa.com/adl/kickdout.htm

[2] Peter Waldman, "A HISTORIAN'S TAKE ON ISLAM STEERS U.S. IN TERRORISM FIGHT," Wall Street Journal, February 4, 2004.

[3] Out of 8927 respondents 56% say no to the question: "Should Arab countries yield to US reform plans?" at Al-Jazeera poll. March 08, 2004. http://english.aljazeera.net/NR/exeres/890500CB-E84E-4E17-ACB5-768A7FBF3670.htm

[4] Ibid., Peter Waldman.

[5] "The question people are asking is why they hate us. That's the wrong question," said Mr. Lewis on C-SPAN shortly after the Sept. 11 attacks. "In a sense, they've been hating us for centuries, and it's very natural that they should.

[6] For instance, see the article by Husain Haqqani (2003), "The American Mongols," Foreign Policy Magazine, May/June 2003 (http://www.foreignpolicy.com/issue_mayjune_2003/haqqani.html) which presents the same historical point of view for Muslim's dislikeness of the US policies. The ground reality contradict such theory which are only put forward to justify the modern tyranny perpetrated by the US with the help of its allies.

[7] Major Religions of the World Ranked by Number of Adherents: Christianity: 2 billion, Islam: 1.3 billion, Hinduism: 900 million, Secular/Nonreligious/Agnostic/Atheist: 850 million, Buddhism: 360 million, Chinese traditional religion: 225 million, primal-indigenous: 150 million, African Traditional & Diasporic: 95 million, Sikhism: 23 million, Juche: 19 million, Spiritism: 14 million, Judaism: 14 million, Baha'i: 6 million, Jainism: 4 million, Shinto: 4 million. Cao Dai: 3 million, Tenrikyo: 2.4 million, Neo-Paganism: 1 million, Unitarian-Universalism: 800 thousand, Rastafarianism: 700 thousand, Scientology: 600 thousand, Zoroastrianism: 150 thousand. See: http://www.adherents.com/Religions_By_Adherents.html

[8] See the New York Times report (by Douglas Jhel March 11, 2004) that discloses Pentagon's paying $340,000 a month to the Iraqi political organization led by Ahmad Chalabi, a member of the interim Iraqi government who has close ties to the Bush administration, for "intelligence collection" about Iraq, according to Defense Department officials. Chalabi was thus a close friend of Bernard Lewis on the one hand and a close associate of Pentagon on the other. That's how the architects of military and intellectual horrors go hand in hand and sow the seeds of death and destruction.

❀ ❀ ❀

The fallacy of this doctrine is not limited only to closing eyes to the US injustice, failures and the enemies within. It leads a long way to the dangerous miscalculation that even the most aggressive enemy wouldn't risk its own demise by provoking war with a powerful U.S. This doctrine blinds the Americans to the reality that the administration's Zionists sponsored advisors are, in fact, the grave diggers for the seemingly invincible U.S. With advisors like these, the US needs no enemies.

The fallacy deepens with the fact that such insane doctrines envision not a clash of interests or even ideology, but of cultures, values and ways of life. The reason: surpassing the already well under-control-U.S. is not a problem for the Zionists. Doing the same to the divided, humiliated and mostly occupied Muslim world is a problem as long as its values, principles and identity is not substantially diluted.

As a result, exploiting weaknesses of the power wielders in Washington, the spokespersons for Zionists put only two choices before them: "Get tough or get out" of the Muslim world, knowing that the super ego of the the super tyrants would not let them admit their crimes and do the necessary course correction.

Mentality of these promoters of war can be judged from the fact that besides serving as intelligence officer for the British Empire, Bernard Lewis inherited some historic grudges before becoming a pawn in the grand Zionist game. He strongly believes that, notwithstanding the US excesses over the last century, Muslims hate the West only because the Ottomans failed for the second time to sack Christian Vienna in 1683.

Mr. Lewis is also the father of the "clash of civilisation" theory which he described in a 1990 essay called "The Roots of Muslim Rage." According to Lewis, Muslims do not feel cheated due to undeniable realities, such as the US out-right support to Israeli aggression, occupation and the worst kind of human rights violations. All Muslims are portrayed to hate the West as a whole for 300 years only because the Christian civilization has overshadowed them militarily, economically and culturally.[5] So, there is no need for a policy change to reverse or at least bring an end to the continuing U.S. hypocrisy, double standards and injustice.

Friedman, Pipes, Perle and many hypocrites among Muslims in the name of "moderates"[6] regurgitate the same convoluted theory that Muslims hate US because they are "not rich, not strong and not successful."

The reality is that Christians and Muslims make only 55 per cent of the world population. [7] Even not all the 33 percent Christians are rich, strong and successful. If poverty, weakness and failure are the criteria for hating the US, more than 90 per cent of the world population is thus supposed to hate the US. The reason is clear. Far less than 10 per cent of the world population belongs to the corporate world of super tyrants and Zionist political-entrepreneurs.

What hurts members of this league of hypocrites, in Bernard Lewis words, is their concern: why do they [Muslims] neither fear nor respect us?" Only the most naïve would believe Lewis's logic that instilling respect or at least fear through force is essential for America's security.

According to Wall Street Journal, only eight days after the Sept. 11 attacks, Mr. Lewis and his friend, Ahmad Chalabi argued for a military takeover of Iraq to avert still-worse terrorism in the future. [8]

This fact alone is enough to show the years of planning, the scope of links, and creation of the most suitable moments for proposing the core ideas in this great Zionist game. Imagine, the Americans are still busy counting their dead and they have yet to focus on the real culprits of the 9/11, when Lewis — who is "close to government circles in Israel" (according to the Wall Street Journal) — goes to underline the need for Iraq's occupation to their leader. Iraq is a country that has yet to be credibly linked with 9/11.

It shows that Bernard Lewis has not helped the world understand the complexity of the world of Islam. As a confidant of successive Israeli prime ministers, including Ariel Sharon, he simply worked as a tool for justifying Israeli crimes and occupations by and for Israel.

Mr. Wolfowitz has now signalled that the US administration accepted Mr. Lewis's prescription for the Muslim world of "losers, helpless and enraged." Ilan Pappe of Haifa University rightly argued that Mr. Lewis's view that political cultures can be remade through force contributed to Israel's decision to invade Lebanon in 1982.

It took Israel 18 years to abandon that strategy. Unfortunately, the US does not have that luxury at its disposal. Operating under the same assumption on a much wider scale, the US will fail far miserably than Israel in Lebanon.

As the US rose to touch the limits of its power, hundreds of thousands lost their lives as a result of its illegal sanctions and wars for transforming them in its own image. Millions more are destined to suffer as a result of the impending great fall of the final Titan.

The British got rid of the Turks and Jews. The US replaced the British. Lewis wonders who is coming next.

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 11

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

A Take on Islam steers US into the Abyss

The 88-years old author of 20 books on Islam, Bernard Lewis, is a classic example of how intellectual horror of such individuals lead to physical horror of the kind we witness around the world today.

Bernard Lewis often proudly tells his audience about an insignificant encounter he once had in Jordan.

The insignificant encounter, however, becomes significant when Western public's limited understanding of Islam is viewed in the context of their lead opinion-maker's convoluted view about Muslims and Islam.

Lewis says one of his Arab friends argued: "We have time, we can wait. We got rid of the Crusaders. We got rid of the Turks. We'll get rid of the Jews."

Hearing this claim," Mr. Lewis says, he shot back, "Excuse me, but you've got your history wrong. The Turks got rid of the Crusaders. The British got rid of the Turks. The Jews got rid of the British. I wonder who is coming here next."

Turks and Arabs are irrelevant. What is undeniable is that Muslims got rid of the crusades. Period. On the other hand, the British not only got rid of Turks but also helped the whole Europe got rid of the centuries old Jewish problem.[1]

There is no need for Mr. Lewis to wonder who is coming next to replace America in the Middle East. It is the Zionists who did not get rid of British but will definitely get rid of America. Muslims will then get rid of them to prove the Jordanian friend of Mr. Lewis right in his observation.

Lewis and company use such sarcasm to underscore a serious point. Most Islamic countries have failed miserably at "modernizing" their societies, they contend, beckoning outsiders – this time, Americans – to intervene.

The Zionist inspired Lewis-doctrine of calling for a U.S. military invasion to reform Muslims has helped define the bloodiest shift in U.S. foreign policy in 50 years. The occupation of Iraq and Afghanistan is the initial phase of this doctrine in operation. It means the Zionists are more than half way through their agenda of replacing the US as a Ruling State.

In the last decade of 20th century, the Zionists changed quick gears to take the US out of its doctrine-of-containment mode. Threat from Islam under many different labels replaced Moscow as the global foe. And now America, having replaced British as the Ruling State and outlasted the Soviets to become the sole superpower, no longer seeks to contain but to confront, defeat and transform the world of Islam.

The US failure in remolding Afghanistan, Iraq and the rest of the Mideast is the writing on the wall. In the coming years, the US will remain bold and assertive as long as it believes it can transform lives and culture of a people through force. Persistent losses and embarrassing failure of the baseless theories will gradually make the US inward, defensive, cut off and replaced by Israel in the end.

We are in the initial phase of moving towards this end. According to Peter Waldman of Wall Street Journal, "as mentor and informal adviser to some top U.S. officials, Mr. Lewis has helped coax the White House to shed decades of thinking about Arab regimes and the use of military power."[2]

Lewis Doctrine of transforming a way of life of more than one billion people in the name of fostering democracy seems wise and imperative in his books alone. In reality, it is the beginning of re-colonisation of the Muslim world and the fall of the US power on the pattern of its predecessor, the United Kingdom.

It also sounds nice that the US has adopted this course only to be able to blunt terrorism and stabilize the Middle East. Instead, it has already sparked a much wider resistance -- called terrorism. At an Al-Jazeera poll, 56 percent respondents clicked a resounding "no" to the question: "Should Arab countries yield to US reform plans?"[3]

Instead of engaging in honest soul-searching and identifying the enemies within, the US administration was led to holding Muslims responsible for 9/11 soon after the attacks occurred. Muslims' "misunderstanding" of the US and Islamic threat was the answer to every question. "The only question left unanswered was how to frame the enemy," says David Frum, who was a speechwriter for President Bush.[4]

At this critical juncture, Lewis told White House staffers, military aides and staff members of the National Security Council in a special meeting that anti-Americanism stemmed from Muslims' "own inadequacies, not America's." Frum also recalls Lewis's private meeting with national security adviser, Condoleezza Rice and Dick Cheney.